

زنجیرِ مائتو

عبدالعزیز خاں

غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز لاہور۔ حیدرآباد کے

زنجیرِ آہو

RekhtaDownload.com

باعث واماندگی ہے عمرِ فرصت جو مجھے
کر دیا ہے پایہٴ نجیبِ شہِ رمِ آبو مجھے

غالبے —————

نجم المآثر

عبد الغزیز خاں



شیخ غلام علی اینڈ سَن پبلشرز

لاہور • حیدرآباد • کراچی

تفصیل
صفحہ
۱۰۰

محمد حقوق بکوت شاعر محفوظ

مطبع :

طابع : شیخ نیاز احمد

مطبع : علمی پرنٹنگ پریس لاہور

پارا اول : جولائی ۱۹۴۰ء

پارا دوم : اپریل ۱۹۴۵ء

پارا سوم : مارچ ۱۹۴۴ء

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز

ادبی مارکیٹ - چوک انارکلی - لاہور

فہرست

- | | |
|----|-------------------|
| ۱۱ | ۱ - نوائے شوق |
| ۱۹ | ۲ - صریح خام |
| ۲۱ | ۳ - اختیار |
| ۲۳ | ۴ - آج |
| ۲۵ | ۵ - اے خاک کے پتے |
| ۲۷ | ۶ - کنارِ راوی |
| ۳۰ | ۷ - مغنی |
| ۳۱ | ۸ - نقشِ دوام |
| ۳۲ | ۹ - میرے ہمدم ! |
| ۳۳ | ۱۰ - رُخسارِ صحرا |

- ۱۱ - دلِ زندہ ۳۷
- ۱۲ - مہراں موج ۳۸
- ۱۳ - خاکستر پروانہ ۴۰
- ۱۴ - ایک سوال ۴۵
- ۱۵ - سوختن کا باب ۴۸
- ۱۶ - صلا ۵۰
- ۱۷ - شیخ سر عبدالقادر کی وفات پر ۵۲
- ۱۸ - سودائے خام ۵۵
- ۱۹ - میلاد ۵۷
- ۲۰ - سفر ۵۹
- ۲۱ - زندگی اے زندگی ۶۱

متاعِ بردہ

- ۲۲ - معمار ۶۲
- ۲۳ - عیشِ رفتہ ۶۷
- ۲۴ - مرغِ پرستہ ۷۰
- ۲۵ - سیاس ۷۱
- ۲۶ - نگاہیں ۷۲
- ۲۷ - اعجاز ۷۵

۷۷ - ۲۸ - انتظار

۷۹ - ۲۹ - یگانہ

۸۰ - ۳۰ - رخصت اسے بزمِ جہاں

۸۲ - ۳۱ - بانگِ رحیل

۸۵ - ۳۲ - یہ گھڑی محشر کی ہے

۸۶ - ۳۳ - پیام

۸۸ - ۳۴ - سکوتِ شام

۹۰ - ۳۵ - وقت

۹۲ - ۳۶ - سرودِ نو

۹۵ - ۳۷ - اسلامیہ کالج لاہور

۱۰۲ - ۳۸ - تذکرۂ شوق

۱۰۶ - ۳۹ - غزاں رسیدہ چمن میں

۱۱۲ - ۴۰ - گیند

چین و لاپچین

۱۱۴ - ۴۱ - دیوارِ چین

۱۱۹ - ۴۲ - اوسط زریں

۱۲۱ - ۴۳ - مکافات

۱۲۴ - ۴۴ - یہ زندگی

۱۲۶ - ۴۵ - بُود و بُود

- ۱۲۹ - ۴۴ - راہ و رسم مزہا
- ۱۴۴ - ۴۷ - آسودگی
- ۱۴۹ - ۴۸ - احساس
- ۱۵۱ - ۴۹ - پایندہ رہے گا پاکستان
- ۱۵۴ - ۵۰ - آئینہ
- ۱۶۲ - ۵۱ - سال نو
- ۱۶۸ - ۵۲ - مکالمہ
- ۱۷۳ - ۵۳ - اوّل شب
- ۱۷۸ - ۵۴ - رانی باغ (حیدرآباد)
- ۱۸۲ - ۵۵ - در عنفوان جوانی
- ۱۸۷ - ۵۶ - واسوخت
- ۱۹۲ - ۵۷ - ذکر و فکر
- ۲۰۳ - ۵۸ - بہار و غزاں
- ۲۰۶ - ۵۹ - اختر شناس
- ۲۱۷ - ۶۰ - پسند داتا
- ۲۱۹ - ۶۱ - الف ، ب
- ۲۲۱ - ۶۲ - خوشا روائی عمرے کہ در سفر گزرد

غزلیں

۲۲۶ - ۶۳ - نشاط نغمہ بھی ہے مستی خار بھی ہے

- ۲۲۸ - ۴۴ - وہی اندازِ جان گزراں ہے کہ جوتھا
- ۲۳۰ - ۴۵ - تعلقائے دل و جاں کا کہیں دریاں نہیں ملتا
- ۲۳۲ - ۴۶ - فرازِ کہکشاں سے اک ستارہ سوتے بام آیا
- ۲۳۴ - ۴۷ - بونے نسیم سے کبھی بادِ شمال سے
- ۲۳۶ - ۴۸ - اک غم نصیب کو ترے غم سے مفر نہیں
- ۲۳۸ - ۴۹ - اس چشمِ مے گسار کی آبستہ نغمگی
- ۲۴۰ - ۵۰ - حُسنِ مغرور بھی ہے مایل بھی
- ۲۴۲ - ۵۱ - پھر ترے آستیاں پہ لے آتی
- ۲۴۴ - ۵۲ - اے چمن آراستے شوق
- ۲۴۶ - ۵۳ - گردشِ سیارِ گاہ دورِ زمان و مکاں

غبارِ خاطرِ صحرا

- ۲۵۱ - ۵۴ - دستِ صبا نے کھولا منشورِ صبح گاہی
- ۲۵۵ - ۵۵ - اس معرضِ فنا میں، امیدِ رستگاری
- ۲۵۹ - ۵۶ - تابِ مقاومت سے تائیدِ دل گزاری
- ۲۶۵ - ۵۷ - ظلمتِ سرائے شب سے جلوہ گرِ سحرِ تنک
- ۲۷۰ - ۵۸ - گہوارے علم و فن کے، تہذیب کے مدائن
- ۲۷۴ - ۵۹ - آتی ہے موجِ وحشت بادِ صبا کی رو میں
- ۲۷۹ - ۸۰ - فرہنگ و فہم کو تھی کیا کیا نہ خوش گمانی

۸۱۔ برسوں سے پھر سب سے ہیں دیوانے دشت و دریں ۲۸۶

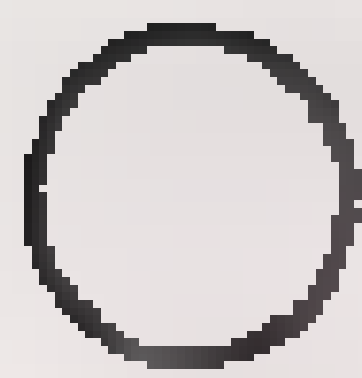
۸۲۔ نوکردگانِ رم کی وحشت کا امتحاں ہے ۲۹۰

۸۳۔ یہ نختِ نختِ دل ہے بخودِ غرائب ۲۹۴

۸۴۔ اے مطربانِ خوش گل، اے ساقیانِ مروش ۳۰۰

۸۵۔ اے طالبِ تماشا، دل ہو اگر فسرِ درد ۳۱۰

۸۶۔ ریختہ ۳۱۹



نوائے شوق

روح سرود و سخن — خواب و خیال و فغاں
سینہ صد چاک سے فیض کے سوتے رواں

آتش جگر تاب سے لوح و مستلم کا فروغ
خونِ رگِ تاک سے روشنیِ گلستاں

فکر و نظرِ ضوفاںِ حدتِ احساس سے
جوشِ فتنے ناب سے گردشِ رطلِ گراں

شہپرادر اک کو کرتی ہے انداک رس
جو دل مضطرب میں ہے کا ہش سوز نہاں

جو ہر تخلیق ہے بادۂ مینا گداز
بر نظر اک ابتلا . ہر نفس اک امتحان

اک ازلی التباب . اک ابدی اضطراب
منبراء قیامت سے قسمت آزادگاں

سختی دشت و دیار ، صدق طلب کا غبار
راہ تمنا میں ہے ہر قدم اک ہفت خواں

ریشہ نماشاک و خس دوش صبا پر سوار
پنجہ گرداب میں کام صدق خوشچکاں

پائے خنہ کے لیے راحت منزل نہیں
ہاں ہما کے لیے شاخ نشین کہاں؟

نہجِ تنخیں میں یوں زمزمے آوارہ ہیں
دشت میں بھٹکا ہوا جیسے کوئی کارواں

سینۂ بیتاب میں ولولوں کا اہستہ از
ولولے جن کا غبار، گردِ رہ کھکشان

حیرتی بن کر تکیے موجِ سموم و سراب
رختش عناں تاب کا کوئی نہیں اہم عناں

فکرِ صبا تک پہ بے عرصۂ آفاق تنگ
کیسے منتہید رہے جذبِ دل بیکراں؟

تُجَلِّدُ النِّسَاظِ میں شاید معنی مصتیم
غالیہ نمو، شعلہ رو، عربہ جو، بے قرار

پردہ شیطانی میں زمزموں کا ارتعاش
منتظرِ نوِ مستمِ خال و خط و پود و تار

رہتے ہیں محوِ شعر، متاثر ہائے خیال
دیں ہو پردِ بس ہو، آبدہ پا، دلِ فگار

کارِ گہِ ذہن میں کشتہِ ذوقِ نمود
حکمت و فن کے صنم، شعر و ادب کے نگار

بادۂ سرِ جوشِ بے ناز و نیازِ جمال
مَحفلِ جانانہ میں کوئی نہیں ہوشیار

چشمکِ برق و سحاب، جلوۂ ماہ و نجوم
شعلہ لبِ جوتبار، چشمہ سر کو ہمار

دردِ شکست و طلب، سوزِ طلوع و غروب
سُکر و سرور و خماری، زہرِ غم انتظار!

بیسے کئی راز ہیں منطرب و پر نشان
ایسے کئی ساز ہیں ترشش و نغمہ ہار

فہمت یک دو نفس کم ہے مگر مغتنم
منکر کی اقلیم ہیں چھوڑوں کوئی یادگار

کالبد شعر میں شورش جاں بیونک دُور
پیکر الفاظ میں بحر دُور طلسم بہار

صفحہ تخلیق پر ثبت ہوں میرے نقوش
جذب دروں کو کروں اس طرح آئینہ کار

پشیم جہاں خیر و بر جس کی جہکا چہرہ سے
دُوب کے پیسہ کروں ایسا در شاہوار

رُکش کتاب شب، غیرت نور شیر معین
باد فروش چمن حسن کی پہچان پر نشر

دُور ہو جس سے مری فرقتِ شامِ الم
نالہ شبگیر ہو جس سے مرا کامگار

لختِ دل روز و شب ، نازشِ عمر رواں
خالدِ آشفستہ کا ، نادرہ فنِ شاہکار !

لے پیش آموزِ دل ، لے سخن آموزِ لب !
لے کہ ترا حرفِ کن ، آدم و حور و خیام !

لے کہ ترے ناز سے رونقِ بزمِ شہود
لے کہ ترے ساز سے نغمگیِ صبح و شام !

تیری مشیت سے ہو ہم نفسِ آفتاب
شمعِ تنکِ تاب ہے میری تمنا سے خام !

صاحب افکار بکر . بسکہ ہے آشفتنہ فکر
راحلہ و زار کا ، کر نہ سکا اہستہام

خادمِ خدامِ فن . سرخوششِ آلامِ فن
شکوہ طرازِ خواہش . شکر گزارِ عوام

ایک یشتاں ہیں میں . کرمی نے کو عت
حدت ہر ہیں ، غنکی مادِ تمام

گنڈر وقت میں رہی و گم کردہ راہ
تارِ نظر تار . موجِ نفسِ سبہ تمام

کس سے کویا حال دیں : کون سے چہانِ حال ؟
کس کو سب ذوقِ سخن : کس کو سب فکرِ تمام ؟

مناں فنِ دور ہے . غفلتِ فنِ زور تر
آجوتے دشتِ ہنر ، ہوتا ہے مشکل سے رام

منہِ عظمت پہ ہیں خُونِ جگر کے نشان
شہرتِ جاوید ہے تھمرے سوزِ دوام

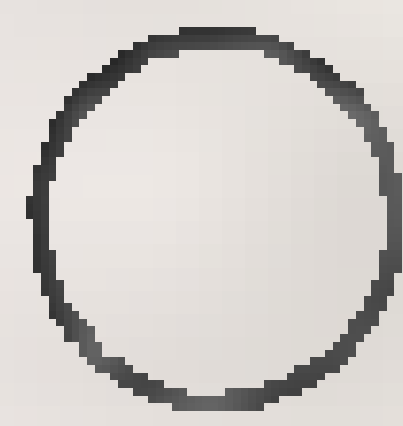
درگہ اُمید میں ، میں ہوں غریب و فقیر
میری متاعِ حقیر ، پایہِ تضحیکِ عام

جس نے لگا رکھی ہے میرے رگڑے میں آگ
ہو گا وہ سوزِ دروں جانے کب آسودہ کام ؟

وادیِ غربت میں ہے ، چاکِ گریباں مرا
آہِ سوادِ وطن ، منظرِ گلگشت و بام !

گرچہ ہے قیدِ نا پھر بھی ہے کفر آشنا
یہ دل بے مدعا ، بسندۂ دینار و دام !

خالیِ شام و پگاہ ، ایک کرم کی نگاہ !
پھرتا ہوں میں بے کلاہ ، تاجِ بقاتِ دوام !



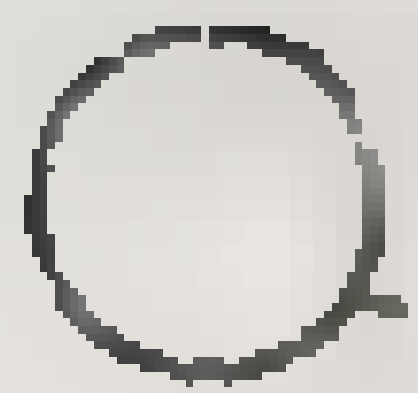
حریز خاتمہ

رہین زر نہیں فن سکار کی بہتر مندی
سفارشات سے سوز نہاں نہیں ملتا

کنار بحر پہ غواص رُو بہ قبلہ ہے
کہ بے دُعا گئے شایگان نہیں ملتا

شکست نشینہ دل کی صدا نہیں ہوتی
فسادِ زحیم بگر کا نشان نہیں ملتا

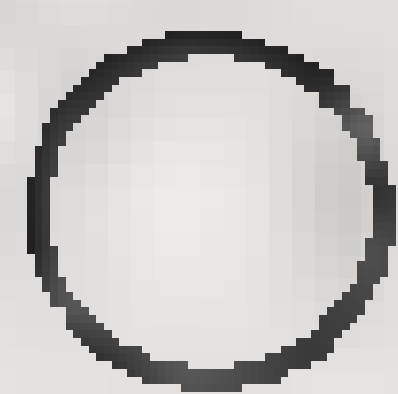
کوئی مقام بھی ناممکن الحُموں نہیں
کوئی مقام بھی ہے امتحان نہیں ملتا



خشیار

یہ پُر اسرار و نگاریں کائنات
 ہے اک ایسی رنگ جہوی کی طرح
 حسبِ برگ و ساز تا چینِ حیات
 بہر کوئی جس میں اداکاری کرے
 اب یہ اس کے ذوق پر ہے منحہ
 بے دلی سے بھیجے بغیرِ کر سوانگ کا
 سرِ دشتے، شکوے کرے، آہیں بھرے
 یا نشاطِ زیت کا افسانہ خواں

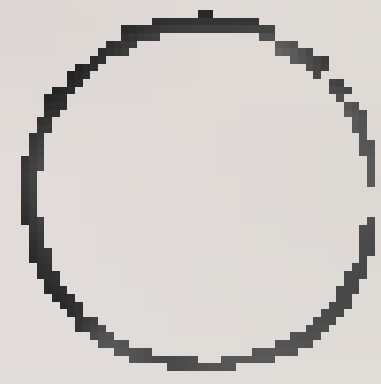
داستان کو ، ہرچہ بادا باد ، کا
 اس کشاکش کو سمجھ کر ناگزیر
 خامشی سے ، تمکنت سے ، صبر سے
 سہل و معذب اپنے بڑے ہر پارٹ کو
 محسن کارانہ شعور و شوق سے
 وہ ادا کرنے کی عادت ڈال لے !



آج

ہر رات سنا جاتی ہے پیغامِ برداع
 ہر صبح نیا سورج ہوتا ہے طلوع
 ہر روز ہم اک نیا جنم لیتے ہیں !
 افسانہ و افسوں نئے کہ یا وجد و سماع
 بیتے ہوئے لمحوں کا سہارا جھوٹا
 ہم آج سے کرتے ہیں نیا دور شروع
 ماضی کے ستم خانے کا ہر نقشِ عزیز
 ہر منظرِ مانوس و رواقِ مطبوع

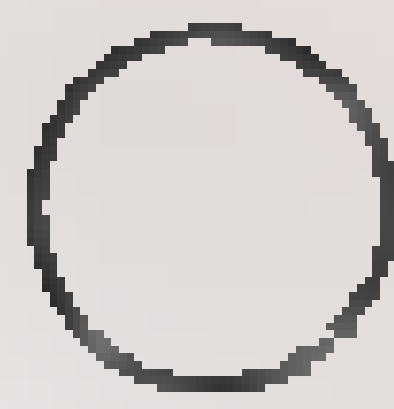
یوں آج پرایا سا نظر آتا ہے
 اپنی رتی ہو کبھی جیسے یہ شاع
 کیا کیفیت گزشتہ : کیا خمار رفتہ !
 تیرے زکمان بختہ ، گتے ہیں و شمار
 اک برگِ خزاں دیدہ ہے ماضی کا دیار
 جو کچھ ہے یہی آج ہے اسے سینہ فیکار



اے خاک کے پتے!

اے خاک کے پتے کبھی اپنے پہ نظر کی؟
 کس قطرۂ ناچیز سے تجیرِ سب تیری؟
 کر چہانِ پیشک پہلے حجاباتِ خوری کی
 پھر پوچھ ہر اک شے سے طلسماتِ خدائی
 پہلے تو سمجھ، سوچ، پرکھ اپنی حدوں کو
 برقِ دلِ تیر کو، اجالِ اپنی شبوں کو

پھر بھینچ گئی دست ہیں تاروں کی لوہوں کو
 تقدیر کو دے مات، کرا فداک کو تسخیر
 سیار و ثوابت پہ اڑا رفوف تدبیر
 جہتاب کی وادی کو بنا روکش کشمیر
 ہر طاق متور کر، ہر کوچہ مصور
 ہستی سے عدم کی طرف آہستہ سفر کر!



کنارِ راوی

نگاران لاہور کی شوخیِ ناز تو بہ !
 چپکلتی زکّا ہوں کے وہ پھل انداز تو بہ !
 جہانگیر کا مقبرہ رودِ راوی کی موجیں
 ہزاروں دلوں کی جواں داستانوں کی ہمارا ہیں
 — وہ بوس پوش عشق و محبت کی راتیں
 وہ خوابیدہ گھانٹیں وہ دزدیدہ باتیں

۴۔ آشوب مار لگا رہی کبھی بن سے کھینچتا ہاں وول ٹک پنا

سیر رگھور انٹھا تھا ملیں

تو مل مت سے لبریز ، ششور بلب قہیں :

چوچنی بہاروں کی بھگی راتوں میں

بسم راوی کے کنارے تنہا

عالم و اہل عالم سے پوشیدہ

لذت و مستی کے موتی چھتے تھے

چاند کا افسوں ، راست کا بادلو

گیلی ریت کی سوندھی سوندھی خوشبو

گھاس کے اودے ، ٹنڈے ٹہانے بستر پر

کھنی کے ہل لیٹے

چھوڑوں اور یوسوں کی بارش سے

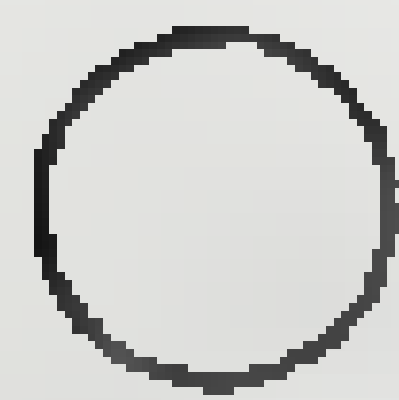
دوشش و کمر پر لہراتی زلمیں

کنج گلستاں بن جاتی تھیں !

پیر راوی کے کنارے سے

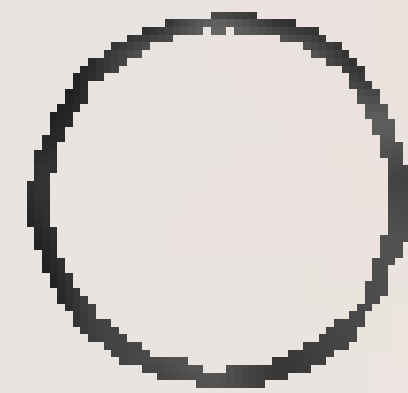
باد صبا کا اک البیلا جھونکا

لایا ہے مژدہ - آمدِ فصلِ گل کی
 پھول بھری ، بھکیں شاخیں
 کہیں رہی ہیں آنکھ بھولی !
 چاند کی مدد ماتی کرنوں سے
 آج کی رات قد آدم آئینے کے آگے
 کون حسینہ ، اپنی مشکینہ زلفوں سے
 سالِ رواں کے پھولوں کو بختی ہے ؟



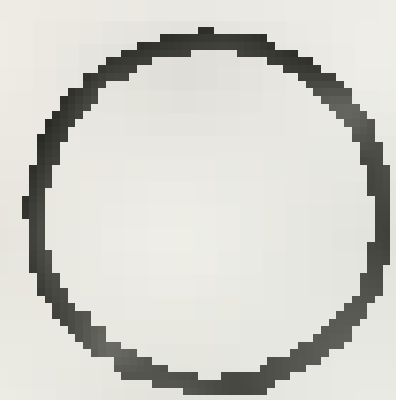
مُعَنَى

کیا مئے نہیں حبِ سامِ ارغواں میں ؟
جب آپ شرابِ آتشیں سے
سرمست سرور ہو رہے تھے
یہی ایک طوفِ بعدِ تمنا،
بیچھا ہوا گیت گھا رہا تھا !



نقشِ دوام

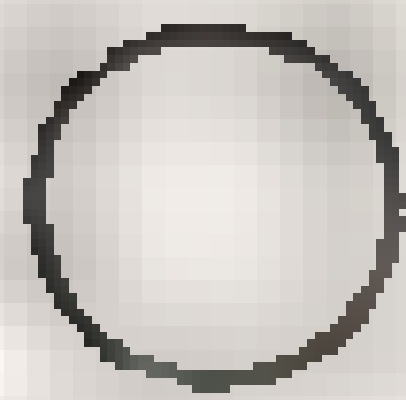
نواگر کی نواسے سیدہ امستروز
 سخن ور کے قلم کا پتھر سیال
 وہی تاثیر ہے ان میں وہی سوز
 وہی جیتھر وہی مستی وہی سال
 وہی آہنگِ دلدارِ شب و روز
 بدل جاتے ہیں صدیوں میں مہ و سال



مہر کے ہمدوم!

طاوفاں کے تپیروں میں رہا میں
 زحمت کش انتظار تیر
 تو میرے لیے کنارہ عمل
 دھڑکا تو ہشکا ایک لمحہ!

تو میری نظر میں ذات تیرا
 مسکینہ اعلان و زر سے بڑھ کے
 لیکن مجھے تو نے بیچا ڈالا
 اک مہشت اختیار غصے کے بدست!



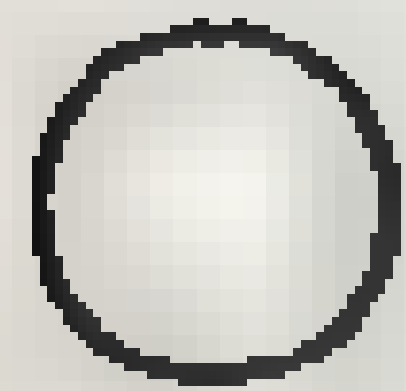
دشمنِ صحرا

شام و سحر کا یکپست سونا
 میوں گرم گھنسیب بادلو
 عشق انیسر شنب آجرو
 جوت جگاتی، چشم پر فتن
 یہ جانی پہچانی خوشبو
 کھیت کنواری، فصل سناکن
 یہ رستہ کساروں کے
 جیسی بنبس سے اپنے ہیں

موجِ نفس سے جن کے چراغاں
 نقشِ قدم سے جن کے بہاراں
 عرش سے بجاری پھول سے بلکے
 خاک پہ چلتے پھرتے انساں
 یہ سب نظارے اپنے ہیں
 سینہ کوہ سے رستے جھرنے
 عشرتِ خیزِ ایسے نغمے
 چہلیں کرتے پنکھ پکھپرو
 مددِ متوالی مست اڑائیں
 چرواہوں کی رسیں تانیں
 ہاتھ میں پکڑے تیسرے کمانیں
 اپنا مسکن ہیں یہ پٹنائیں
 بھیگی بھیگی گھاس بچھونا
 رُتبہ آفت سے ، عکسِ شفق سے
 گچھلی چپاندی ، بہتا سونا

قدرت کے ان نظاروں سے
 ان پھولوں سے ان تاروں سے

اے گزشتہ ہفتاب محمرا !
 تیسری طبیعت کو رغبت ہے
 تو یہ دوئی کے پردے کیسے؟
 انیسر انیسر نکھرے نکھرے
 رین نظارے بکھرے بکھرے
 روپ بدل کر بنتِ عجب کا
 بن کے نشہ صہبانے طرب کا
 تجسم سحر کا ، کوکب شب کا
 دُنیا سے احساں پہ چھا جا
 پسو میں دل بن کے سما جا !
 اے لالہ شاداب محمرا !



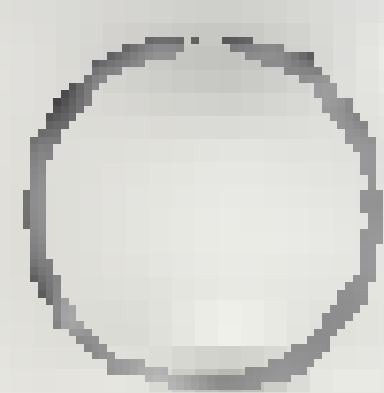
دلِ زندہ

نہیں کاغذان و بھالہ کے مناظر بھی مشی
 دلِ زندہ کے مچلتے ہوئے ارمانوں کے
 اک طرف صفتِ تریحِ حسِ رادندِ جلیل
 اک طرف معجزے اہل بحرِ انسانوں کے!

سیری آنکھیں بھی ہیں سرچشمہِ خوںآبِ رواں
 ان کا آغوش بھی گہوارۂ کنہار و چناب
 آسماں پوش مری آہِ شبانہ کا دُکھواں
 ان کا دامن بھی ہے جولانگہِ رہوارِ سحاب

ان کی فطرت سے ہے نیرنگی قدرت کا ظہور
 نشہ میرا نہیں ممنونِ خرابات و سبُو
 کوہِ آوند کہ ہوں قاف کے برج و بارو
 اپنی جبروت کے باوصف جہادِ مجبور

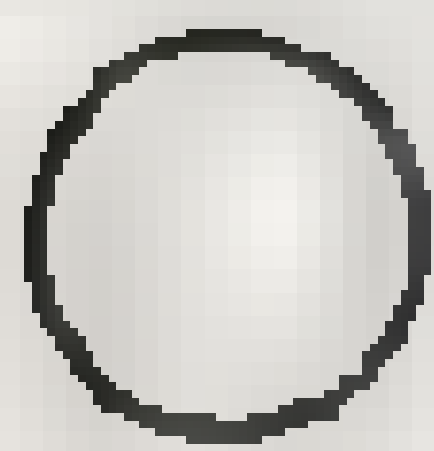
برگِ نئے، دستِ صبا، شعلہٴ طور، آتشِ گل
 تذکرہ زہد و ورع کا، ہوسِ مطرب و مہل
 پاسِ پیمان و فنا، صحبتِ یارِ سرِ پل
 ایک مجموعہٴ اضداد ہے یہ ناوردہ کار
 دل کہاں اور کہاں سلسلہ ہائے کہسار
 سنگِ سخن بستہ پہ ہے جن کی فضیلت کا مدار!



مہران شج

آج کے آوارہ گاہک ہمارے ہر قاتل سے
 شاہدین سندھ کی حیات فوہش سے بد
 چاندنی راتوں میں مریحما کی رور سمنہ
 کہتے ہیں ہم نثر کو غفلت کا وہاں
 اک بت سندھ میں تہہ کم بھی لہیا یا کچھ دلوں
 نہ کہڑیوں سندھ دل کو نئی رکھتے روا
 گرچہ نہ ہو ذہن ترقی از قلم نیست کی نقش
 وال صلیب سے نقل ہندو اندر دست ہی رہا

ایک ذوقی چیز ہے از بسکہ تحسینِ کلام
 قدرداں مشکل سے ملتا ہے درِ شہوار کا
 جنس کا سار بن کے آتے ہیں جہانِ زار میں
 خوگرِ نالہ نہیں لیکن فغستیر ہے نوا
 ہم تمست کوش ویکھیں گے مالِ آرزو
 کارواں اپنی اُمنگوں کا رواں ہے بے درا؛



خاکستر مرچہ

آیہ تو سبقت ہے وجدان کیا عرفان کیا!
یمن عشق لا ابالی ہے دل خوئیں نوا!
ارتقاع فن سے مٹ جاتا ہے محرومی کا درد
منکر فردا، حسرتِ دو ٹہینہ، تصدیقِ خمار
چشمِ خونناہ فشاں کے فیض سے اکثر ڈھلے
شاید آیامِ گل کے جذبِ رنگا رنگ ہیں

لفظ و معنی کے طلسمات شگرت آہنگ ہیں
 آفرینش ہے مداوا آگہی کے کرب کا
 جذبہ تخلیق ہے تفتیدِ خلق کبیرا
 فن کے فانوسوں سے روشن ہے گزرگاہِ فنا
 جس طرح تبدیل رہبانی سے صحرا شام کا
 یا بُتِ آئینہ سیما سے خراباتِ مغاں
 یا دلِ لالہ کے داغوں سے فضائے گلستاں
 اس طرح ایام کے گرداب میں سوتا ہے فن
 جو ہر آنش نہاں جیسے ضمیرِ سنگ میں
 جیسے آغوشِ صدف میں ابر نیساں کا فشار
 ساغر و مینا میں مستی، عود و بربط میں نوا
 مدتوں وقتِ تپش رہتا ہے دل فنکار کا
 جب کہیں جا کے پر پروازِ بہل سے بڑھے
 کارواں گاہِ جہاں میں، گرمی بازارِ شوق
 جل اُٹھیں فکر و نظر کے آگہوں نقش و نگار

دل ہے پہلو میں مرے اک قافلہ سالارِ شوق

والہامہ نو خیاب و تازہ کار

اک بیاباں لالہ کاری ، اک بیستاں آرزو
 مشعلہ و شش ، مستانہ ، آوارہ ، تماشا آشنا
 ایک قطرہ غم پر افشانی سے دریا آشنا
 نامرادانہ ، پریشاں ، بقیار

وقف اندوہ تمنا ، رہن ذوق جستجو
 برگ برگ اوراق محسوسات کا شیرازہ بند
 میری حسن بیاں ، سودائی منکر بلند!

ماہِ نخب کی طرح جو کرمک شب تاب ہیں
 ہیں وہ بے تہ فیض پرورد سپہرِ دوں نواز
 ایک ہیں ہوں شعرو نغمہ کی غمے سرچش سے
 کلبہِ احزاں کی خلوت میں رہیں سوز و ساز
 یہ مرا سامانِ ذوق !

یہ مرا طغیانِ شوق !

زندگی ان کے لیے

شاہد و شمع و شراب و نقرہ و کنوَاب ہے

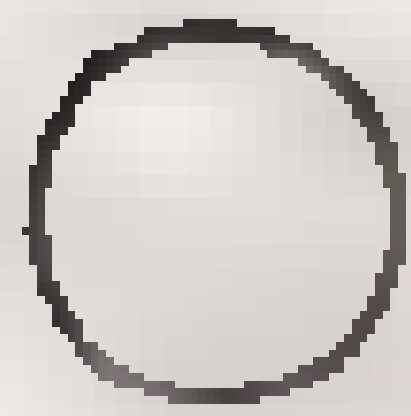
اک خمٹاں بادہ . اک تاتار مشکِ ناب ہے

زندگی میسر ہے

اک نگارستانِ نغمہ ، اک خیالستانِ حُسن
ذوقِ پروازِ خیال و شوقِ بیچ و تاب ہے !

سرِ نوشتِ لوح کا عنوان مبہم ہے تو کیا ؟
عالمِ اسباب کا شیرازہ برہم ہے تو کیا ؟
موتلم سے کھینچتا ہوں پردہٴ قرطاس پر
پتہٴ خاکے ۔ سوزِ ناک و ناتمام و منتشر
گو کہ ان خاکوں کے تار و پود میں ہے خوشچکاں
اک جہانِ آرزو یعنی دل بے خانماں
سُرخیِ عنوان میں خونِ دل کی آمیزش ہی ہے
رشتہٴ تارِ نفس ہے شعلہٴ آوازِ نئے
حاصلِ آشنائی لیکن یہی خاکے تو ہیں
برگ و بارِ نخلِ سال و سن یہی خاکے تو ہیں
کسبِ آب و تاب کر کے آتشِ سینا سے نیا

یہ نہ ہوں گے روکشِ انوارِ شمسِ بازغہ ؟
 ان کے جادو سے غمِ دنیا کو بھلاتا ہوں ہیں
 عرصۂ ایام کو خوشبو سے مہکاتا ہوں ہیں
 ایک دن ہوں گے یہ خاک کے مایۂ صد کہکشاں
 تختہ گلزار ہو گی مشتبہ خاکِ رایگاں
 خمینِ صد آرزو پیدا دل ہر دانہ سے
 بیستوں ابھری گے اس خاکِ تر پرانہ سے !



ایک سوال

صرصر وقت سے جب شعل دل بجھ جاتے
 کیا سرائی جی سے ساتھ ہی کو جاتے گا
 مستہر خاک ہیں سو جاتے گا
 یا تجا بخشنے گا ایام کے اپوانوں کو؟

لوگ آتے ہیں تڑپتے ہیں چلے جاتے ہیں
 ان کے بعد آتے ہیں جو لوگ پرکھتے ہیں نہیں
 یا انہیں فقر نہالت ہیں گرا دیتے ہیں
 یا انہیں رفعت افلاک عطا کرتے ہیں

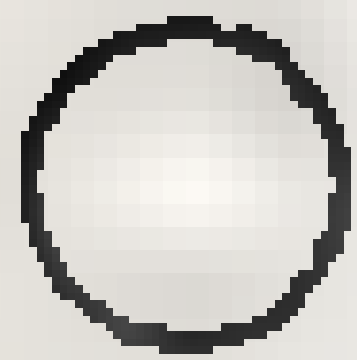
دیکھیں اس محنتِ خود سوز سے کیا حال ہو؟
 بیٹھے بیٹھے کبھی دل میں یہ خیال آتا ہے
 ہم مرے جذبہ تخلیق بھی مر جاتے گا
 یہ مگر خام خیالی ہے دلِ نادان کی!

پھول مر جاتا ہے اک غنچے کتنی کھنتے ہیں
 کبھی رکتی نہیں امواجِ ہم کون و مکان
 بوڑھے جاتے ہیں، جوان آتے ہیں
 حسناک اڑتی ہے ہمار آتی ہے

ہر گھڑی خاک میں سننے ہیں کئی بطلِ عظیم
 تپشِ کار و وہی اور وہی رنگِ جہاں
 کارواں رہتا ہے لمحاتِ گریزاں کا رواں
 ایک طوفانِ بلا خیز ہے سیلابِ حیات

جس کے گرداب میں غلطاں پیاں
خس و خاشاک کی صورت ہم نم

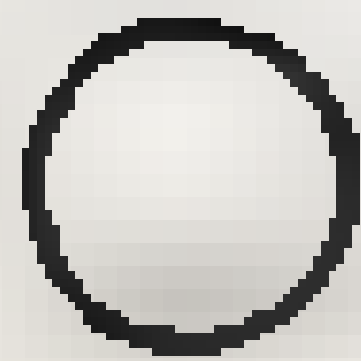
فردِ واحد کی اس آشوب میں قیمت کیا ہے؟
نفسِ گُل کی بیاہاں میں حقیقت کیا ہے؟



سوئے ختن کا باب

کتنے سالوں کی کسک، کتنے مہینوں کی تڑپ
 کتنی راتوں کی صبح، کتنے دنوں کی دھڑکن
 کتنی آہوں کی خزاں، کتنی امگوں کی بہار
 کتنے نعموں کی تواں، کتنی زگاہوں کا خمار
 بزمِ شباب میں چمکے گا ستارہ بن کر
 اور دھل جائے گا اشکوں سے ستاروں کا طلسم

سُکھ جائیں گے نظر کے کنول، اس سے پہلے
 کہ یہ خال و خط و رخ پیکرِ مرمر میں ڈھلیں
 کون کہتا ہے کہ آسان ہے تخلیقِ جمال ؟
 یہ تو احساسِ گدازی ہے دلِ آشوبی ہے



صلا

آ کہ عظمت کدرۂ دل میں چراغاں کر لیں
نورِ عرفاں سے دماغوں کو فروزاں کر لیں

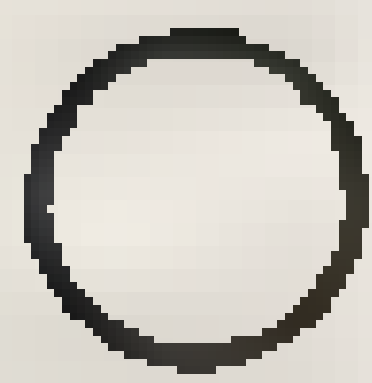
شہپر شوق کو پھیلا کہ ہوں سرگرم ستیز
اور آفاق کی تسخیر کا ساماں کر لیں

علم و حکمت کے نوادر ہیں دُرِ ناسفتہ
ان کے لمعات سے سینوں کو درخشاں کر لیں

کب تک اغیار کی دریوزہ گرمی کا احساں
اپنے ہی پھولوں کو پھر زینتِ داماں کر لیں

اپنے انمول گراں مایہ دشمنی کھودیں
اور اُجڑے بوئے گلشن میں بہاراں کر لیں

پھر سے دُنیا کو سنا دیں وہ پیامِ توحید
معصیتِ پاک کو پھر حُر زِ دل و جاں کر لیں



شیخ سر عبد القادر کی وفات پر

چمن میں نوحہ کناں ہیں نوا گراں چمن
بچھڑ گیا ہے مگر میر کاروان چمن؟

کہاں وہ پہلی سی شادابِ نرہیت افشانی
کہ پائمالِ خزاں ہے بہارِ سرو و سمن

حیات و مرگ کا پیچاک حلقہ در حلقہ
فراغِ عرصہ ہستی — فروغِ رنج و محن

وہ بذلہ سنج و شگفتہ دماغ و رمز آگاہ
متاع نازش پنجاب و افستخار وطن

وہ جس کے ہاتھوں نے شعر و ادب کو سینچا تھا
وہ جس نے شاید اردو کا بھر دیا دامن

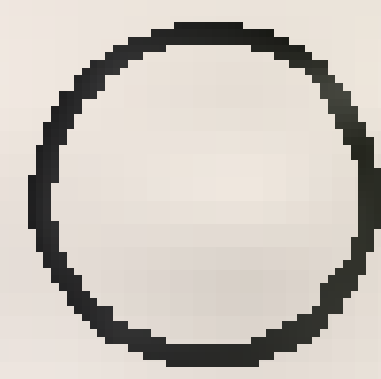
وہ جس کو شاعر مشرق سے ربط محکم تھا
وہ زند بادۂ دوشیں عربیت بزمِ سخن

وہ یادگار کمالاتِ ماضی مرحوم !
وہ جس کے دم سے پڑائے چراغ تھے روشن

قضا کے دستِ تم نے اسے بھی چھین لیا
نغاں ! کہ برقی جہندہ سے جل گیا بزمِ سخن

کہاں سے آتے گا ایسا مبصر و ناقد؟
کہاں یہ پائیں گے ایسا ادانشناس سخن؟

مزارِ شیخ پہ ابرِ کرم کی بارش ہو
فضائے عرش سے انوار کی تراوش ہو!

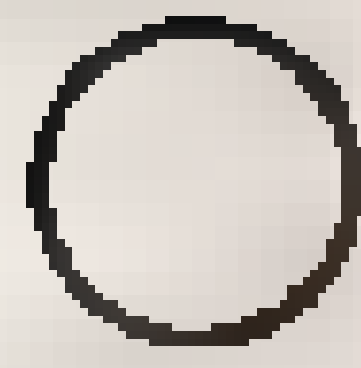


سودائے خام

کتنا آزاد ہے میرا سودا
 فٹارغ و کم طلب و بے پروا
 اس کو مرغوب نہیں — عیشِ جہاں
 مستربتِ گلبدناں ، لالہ رحمتاں
 ہمہ عشوہ ، ہمہ غمزہ ، ہمہ ناز
 ہمہ غرشیو ، ہمہ جادو ، ہمہ رنگ
 اس کو مطلوب نہیں — شوکتِ مال
 سطوت و تمکنت و حباہ و جلال

بط مے ، کیسہ زر ، پردہ چنگ
ہمہ شورش ، ہمہ سازش ، ہمہ ننگ

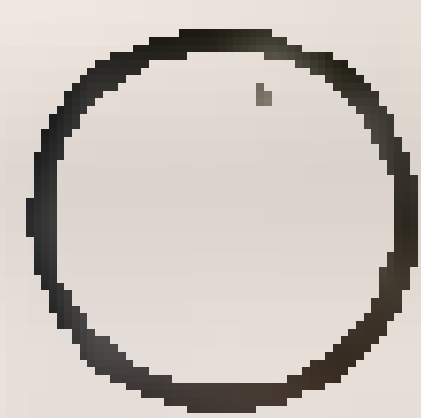
ادب آموزِ نظر ! صاحبِ الطاف و عطا !
موجزن سینے کے اُتقاق میں ہے اک خواہش
جذبِ نیرنگی حیات کی مسلسل کاہش
ہاتے یہ قفلِ طلسمات نہاں خانہ دید !
پاتھ آتی ہی نہیں جس کی کسی طور کلید
شمعِ فانوس سرا پردہ اسرار بقا !
ماگنا بُوں میں فقط تجھ سے حیات ابدی
دیکھ لے تاکہ مہی چشمِ تماشا طلبی
نیرے اس شام و سحر کھیل کا انجام ہے کیا
ختم ہوتا ہے کہاں سلسلہٴ ارض و سما !



میلاد

سن انیس سو اور ستائیس کی پندرہ جنوری کی ٹھٹھرتی ہوئی صبح
 شبنگوں قبا اوڑھے پچھلے پیر سے گلے مل رہی تھی
 ستارے فرازِ فلک سے خنک نور برسا رہے تھے
 یہ ہنگامہ آبادِ عالم پر یوں کی آغوش میں خوابِ نوشیں سے مدہوش تھا
 ناگہاں ہاتھ غیب نے عالمِ رنگت بوکے بکینوں کو آواز دی :
 خالقِ انس و جہاں کی طرف سے نویدِ بہاراں ہو تم کو
 کہ ظلمتِ سرائے عدم سے ہم اک جہاں شیریں کو فکر و نظر کی فطانت

عمل کی رزانت، زباں کی طلاقت عطا کر کے آفاق و انفس کی
 منزل گہوں کو رواں کر رہے ہیں
 ہو پدا ہوا جمعہ کی رات یہ پیکرِ ناتواں پہلوئے فاطمہ سے
 — وہ پہلو جہاں رودِ کوثر کی موجِ آفرینی
 بہشتوں کی آسودہ نرمی، نعیمِ زمانہ کی رنگینی و انگینی
 سب الطافِ شیر و شکر ہو گئے ہیں
 مجھے گرچہ عمل و گہر کی رفاقت میسر نہ آئی ولیکن میں
 گنجِ سعادت کو ہمراہ لایا



سفر

زندگی ہے اک سفر
بولستاک و پُر خطہ
دُوب جاتے ہیں سفینے ناگہاں
پھیر لیتے ہیں ننگا ہیں بادیاں
بحر طوفاں خیر کی پہنائیاں
جیسے نمونیں پھاگ کھیلیں دیوایاں
کالے منتر چُونکیں جادو گزریاں
اپنا کھین ہار — حسن اتفاق

بے یقینی کے دھندلوں میں رواں

کارواں درکارواں

اپنی اپنی منزلِ موبوم کو

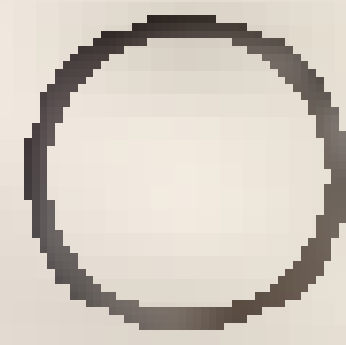
دم بخود بے آسرا

پارلک جاتا ہے بیڑا بعض کا

بعض بنتے ہیں نہنگوں کی غذا

سامنا ہے ایک دن اس بحرِ ہیبتِ ناک کا

ہے وہ زیرِ خاک بندرگاہ سب کا منتہا !



زندگی، اے زندگی!

زندگی! اے زندگی! ممکن نہیں تجھ سے منہ
اور ہے تو موت کی آغوشش، قصہ فتنہ

تیرے کاٹے کا کہیں منہ نہیں دارو نہیں
بادۂ اند سے بڑھ کر ہے تجھے خون بھر

تیرے انکار و حوادث بے شمار و ناگزیر
تیری جنبش سے ہمان آرزو زیر و زبر

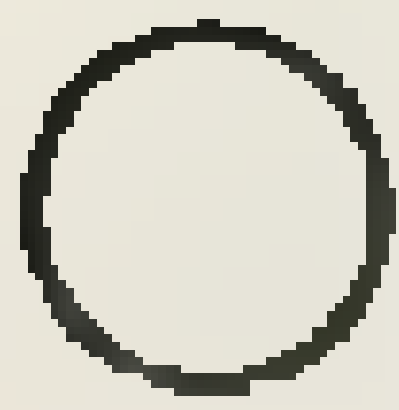
ہم نے مانا یہ مناظر ہیں مرقعِ حسن کا
کوکب و قلزم، زمین و آسماں، شمس و قمر

دامنِ فطرت ہے بیشک اک بساطِ رنگ و بو
اور گرماتے ہیں دل کو نو بنو جلوسے، مگر

ماخصل ان کا ہے کیا، جز خوف و رنج و اضطراب؟
آسیائے دہر میں دن رات پستا ہے بشر

حسرتیں آتی ہیں فوراً گوشمالی کے لیے
اتفاقاً بھی اگر ہو دل سے فرحت کا گزرا!

مناخ بُرد



معمار

سحر و شام کی دیواروں میں پیہم محصور
 بنی آدم ہیں شہستانِ ابد کے معمار
 حسبِ توفیق کوئی خونِ جگر پیش کرے
 کوئی دل نذر کرے، کوئی زر و مال نثار

بزمِ عالم میں کوئی پتھر بھی بیکار نہیں
 وصلِ اشیا ہی سے محکم ہے نظامِ دوراں
 ہر نفسِ فحول میں بٹتے ہوتے دوش و امروز
 یہی مر مر، یہی روغن، یہی خشتِ ایواں !

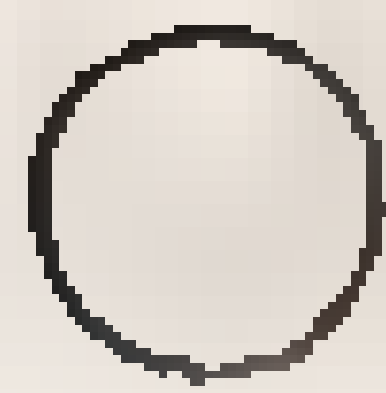
روز و شب کام کرو ذوقِ عمل سے سرشار
 جذبۂ شوق پہ الزام نہ آ جائے کہیں
 دیکھنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں
 یہ نہ سمجھو کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں

حسنِ کاری کی مکافاتِ کمینہ سے بلند
 ایسی تعمیر کرو وقتِ منتِ ہو کر
 کہ یہ ایوان ہو تصویرِ حسینِ ملکوت
 بلکہ آرائش و تزئین میں اس سے بہتر

بے دلی موت ہے اندیشہ و پامردی کی
 بے دلی ہمت و ناموس کی رسوائی ہے
 کبھی رکتے نہیں رہوارِ منت کے سوار
 تم ہو جولا نگہ آفتاب کی پہنائی ہے

تم سے کہتی ہے یہ ابطال کی تحریر جبیں
 کوئی مشکل نہیں تسخیر مصائبِ جلیل
 تم جو چاہو تو تمہارے بھی نقوشِ کفِ پا
 ظلمتِ دشت میں ہوں رہروِ نختہ کو دلیل

لذتِ کار سے خورشیدِ سحر بن جاؤ
 خطِ تقدیر چلیا ہے تو کیا ہوتا ہے
 روز و شب گردشِ بہیم میں رہو پھر دیکھو
 پردۂ غیب سے کیا پھر نما ہوتا ہے !



عیشِ رفتہ

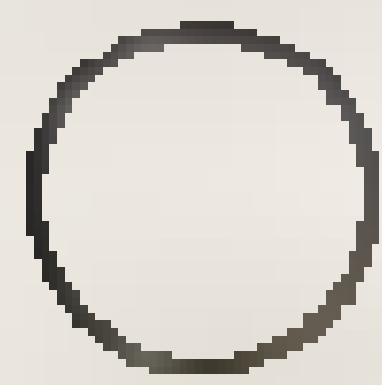
شباب، مرمی اصنامِ سامری فن کی
 جنوں نواز نگاہوں سے سوز گیر نہ تھا
 جب آرزوئے مئے کہنہ و نگارِ جواں
 نگار خانہ بناتی ہے خانہٴ دل کو
 تو میرے ذہن نے نظارگی کے شعبوں سے
 حصارِ قلب و نظر کی ہلاکتی کے لیے

بجھا کے شہرِ تمنا کے بام و در کے دیئے
رکا وٹیں یہ خس و خار کی کھڑی کر لیں

فضا میں ہر طرف آباد تھے پری حسانے
کسی حیدنہ کی شوخ و شریر آنکھوں میں
طلسمِ ہوش رُبا تھے نشیلے افسانے
نشاطِ بے خردی میں بارہا سرِ راسبے
یہ حادثہ بھی ہوا رونا، کہ بڑھ سکے۔ بنی
کسی کی شوق بھری ملتجی نظر گریباں گیر
ہوئے نہ دل میں ترازو مگر نگاہ کے تیر
زباں کو حوصلہ عرضِ مدعا نہ ہوا
میں بزمِ عیش سے بھاگا، مہیب سرد و سیاہ
قفس نے دی مجھے اس کنج مہرباں میں پناہ!

گزر گئے جو فرغِ بہار کے لمحے
وہ سوز و ساز کی لذت، وہ انتظار کی آگ

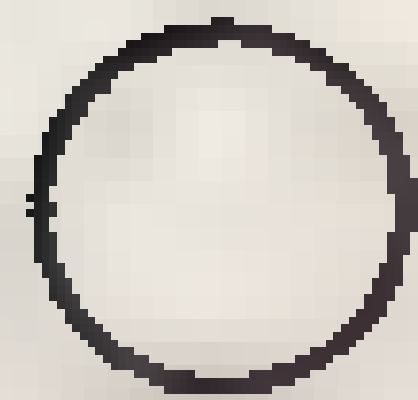
نگاہِ ناز کے افسوں ، لب و کنار کے راگ
 نکل گئے ہیں جو کوسوں دیارِ حرماں سے
 مری رگوں میں اب آثارِ زندگی آئے
 فلک سے مجھ کو تقاضا ہے عیشِ رفتہ کا
 مگر قفس کا یہ بیدرد خانہ بے در
 بے خندہ زن مرے شوقِ فریب سا ماں پر!



مُرخ پرستہ!

بام و در کی غنودہ پلکوں پر
ابر نیساں کا رس ٹپکتا ہے
دُور جنگل میں اک عزیز طائر
شرقت غم میں سر پٹکتا ہے!

رفتہ رفتہ بساطِ عالم پر
ظلماتوں کا نزول ہوتا ہے
میرا دل ہے وہ مُرخ پرستہ
جو سرشاخ اُداس روتا ہے



سیاس

گزارا بنوں کبھی پہلے بھی اس راہگزر سے
ہر گام پہ نیرنگ و فسوں ناچ رہے تھے
ہر سمت عیاں تازگی صبح بہاراں
ہر موڑ نے تقدیس کے افسانے کہے تھے

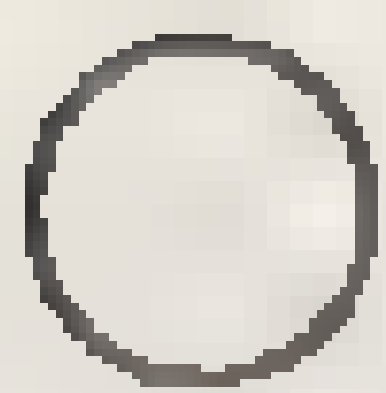
خُمیازہ کش عجز تھے اربابِ تَمَر
مستِ مے پندار مرے آگے نگوں تھے
آفاق میں شرہ تھا مرے زورِ بیاں کا
انفُسِ متاثر تھے مرے سوزِ دروں سے

ناگاہ زمانے نے وہ رنگیں ورق اُٹا
 کرنے لگے گھٹام تمنا کے سہارے
 وہ منظرِ گل تھا فقط اک خواب تماشا
 دم بھر میں ہوا ہو گئے شاداب نظائے

یہ لوگ وہی اور وہی راہِ زور ہے
 عشرتِ کدہ مے مگر افسردہ پڑا ہے
 مقتل میں زن و مرد کا پیہرا ہوا لشکر
 سیاس کو سولی پہ چڑھانے کو کھڑا ہے

یہ لوگ غضبناک و جہول و مستیوں
 کل ہی جو مرے حُسنِ قیادت پہ فدا تھے
 اس شمعِ شبستانِ سیادت کو بجھانے
 سب آج سرِ شام گھروں سے نکل آئے

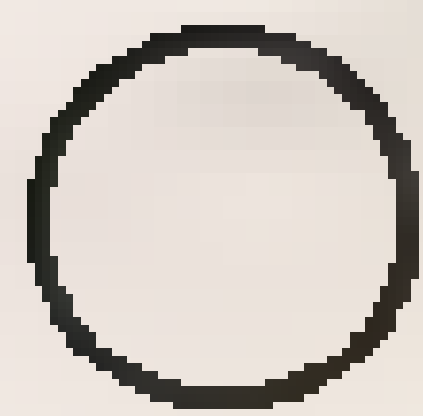
گریوں مجھے یہ خوار و نگوںسار نہ کرتے
 کل حشر میں اللہ سے کرتا میں بگمہ کیا
 جس شے کا تو جو یا تھا ملی دہریں تجھ کو
 اب غلد میں اسے اہل ہوس تیرا صلہ کیا؟



نگاہیں

رات کی سینکڑوں نگاہیں ہیں
دن کی ہے ایک ہی ، مگر پچھ ہی
قرصِ خورشید کے غروب ہونے پر
آسماں کیہ تیسر کی کی ردا
سارے عالم کو ڈھانپ لیتی ہے

ذہن کی سینکڑوں نگاہیں ہیں
دل کی ہے ایک ہی ، مگر پھر بھی
شعلہ آرزو کے بجھنے پر
زندگی کا سبچہ نازک
اک چھٹا کے سے ٹوٹ جاتا ہے !



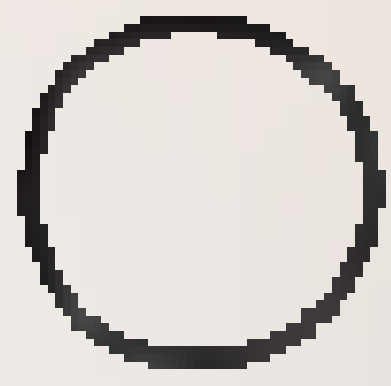
اعجاز

یوں نوا سنج ہوا راوی فرخندہ مقال
ساتی صبحِ نخستیں نے یہ ارشاد کیا :
مغیچو ! آج سے گردش میں رہیں پہلے !

عشق نے جب یہ سُنا تو پئے تقریب وصال
گرم جولان ہوا جنت کے خیابانوں میں
رامش و رنگ کے بہتے ہوئے میخانوں میں
ناگہاں اُس نے سنی پیچھے سے جھانجن کی صدا
ساتھ ہی موت کا تاریک ہیولے ابھرا

مرغش جس کے لبوں پر تھتے سخن انجامنے :
 ”دُور ہو عشرتِ گلگشت کو برباد نہ کر!“
 عالم یاس میں پر عشق نے تولے اپنے
 دمِ رخصت یہ کہا : ”دل کو مگر شاد نہ کر

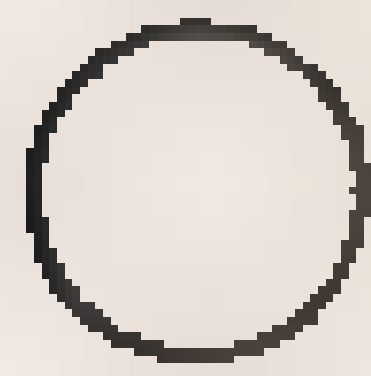
بادۂ زلیت سے رنگیں ہے ترا جامِ سفال
 زلیت ہی اس کو یہ تنویر عطا کرتی ہے
 گردشِ شام و سحر اس میں فسوں بھرتی ہے
 زندگی تیری ہے وابستہ ”دورِ مہ و سال
 وہ تمازت تو فقط سایۂ آشفستہ خیال
 سایہ کی موت ہے افسردگی مہرِ منیر
 مرے فیضان سے ہر لمحہ جواں عالم پیر
 زالی دُنیا مرے اعجاز سے نوشابہ جمال!“



انتظار

زندگی ! دُنیا ! طلسمِ روز و شب !
آخری زینوں پہ جن کے خستہ رنج و تعب
چڑھ رہا ہوں شکوہ سنج و قصہ خوانِ صبح و شام !
السلام اے مرکزِ جذبِ تننا السلام !
راہرو آواز دیتا ہے ! کہاں ہے کارواں ؟
آگ سی بھڑکار ہی ہے دل میں یادِ رفتگاں
آئے گا پھر نوجوانی کا وہ دورِ شادماں ؟
وہ فروغِ شوق کا ہنگام وہ عہدِ طرب ؟
اب کہاں آئے گا وہ رنگیں زمانہ لوٹ کر !

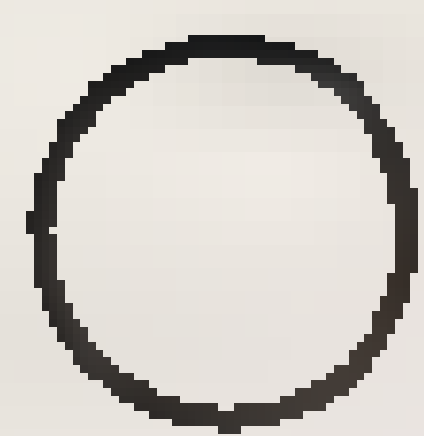
ان سمن زاروں میں افسون بہاراں اب بھی ہے
 کاروانِ رنگے بُو اب بھی اترتے ہیں، خزاں
 اب بھی آتی ہے کسی مہِ روستہ کی طرح
 بُوں مگر ہیں ظلمتِ شب گیر میں گرم سفر
 بادِ شب نے کر دیے نکل سب چراغ رہنما
 اسے نگارِ مرگ! کب نکلے گا غورِ نیدِ سحر؟



یگانہ

زندگی میں ، میں کسی سے متصادم نہ ہوا
 کہ نہ تھا دیر و حرم میں کوئی شایان ستیز
 فطرت و فن کے نشیمن تھے مرا گہوارہ
 عمر بھر دب نہ سکی سرکشی غوئے گریز

آتشِ زلیبت کے مغرور و جواں شعلوں سے
 دونوں ہاتھوں کو مسلسل متواتر سینکا
 اب یہ آتش کدہ تاریک ہوا جاتا ہے
 میں بھی تیار ہوں گر وقتِ وداع آ پہنچا !

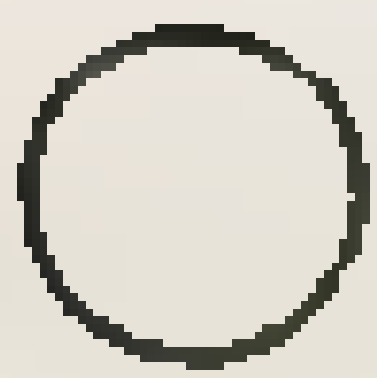


رخصت کے بزم بہمال

پُر فسوں جھیل کے پانی کی طرح
چُپ ، صنم حنائے مانی کی طرح
احمریں ، چشمِ جوانی کی طرح
نزدِ بہتِ باغِ جِناں تھی شاید
نکبتِ شوقِ جواں تھی شاید
حاصلِ عمرِ رواں تھی شاید

آج تک جس کے لیے دیدہ و دل پرخوں ہیں

زندگی ہے کہ ویران تنیبا تر کوئی
 شمعیں افسردہ ، مضمیٰ خاموش
 دل کو ڈستا ہوا سنان سکوت
 شب کے ستارے میں بُو کا عالم
 اور میں بادۂ دو شبنم کی مٹوری میں
 بیتے انسانوں کو گھبرااتا ہوں
 کتنے سینے مرے اربانوں میں آوارہ ہیں
 عمر رفت ہے کہ سحر میں بگوسے مضطر
 موت کے سائے چناروں سے بدلتے ہیں مجھے !
 رُخسرت لے بزمِ جہاں ، وقتِ وداع آ پہنچا !



پانکٹِ رحیل

اے دلِ شستہ غم ! پہلوئے غم میں سو جا
 دہریں عافیتِ فکر و نظر ہے کم یاب
 کیا کہوں زندگی یک دو نفس کی روداد
 کامِ جاں صبرِ طلب، جذبِ تمنا بے تاب !

تپشِ شوق کی خونِ نابِ جگر میں تحلیل
 کتنے مینارِ محبت کے زمیں بوس ہوئے

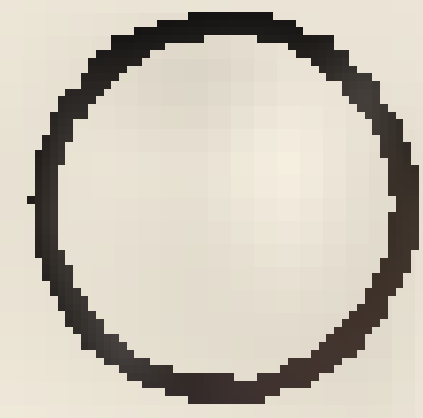
ظلمتِ شب سے بجھی انجمِ شب کی قندیں
راہِ رُوحِ غمِ راحہ و کوس ہوئے :

سحر و شام کے مٹتے ہوئے نظاروں میں
حسرتِ لذتِ رفت کا مداوا نہ ملا
یوں تو پیدا تھے بہت ذوقِ نظر کے سماں
دید کو جس کا تقاضا تھا وہ جلوہ نہ ملا !

ہم نے چاہا تھا بدل ڈالیں جہاں کی ترتیب
وہی ترتیب بعنوانِ دگر ہے کہ جو تھی
نیم تاریک شبستاں میں سحر کی ہوگی
وہی بجھتی ہوئی تنویرِ شر ہے کہ جو تھی !

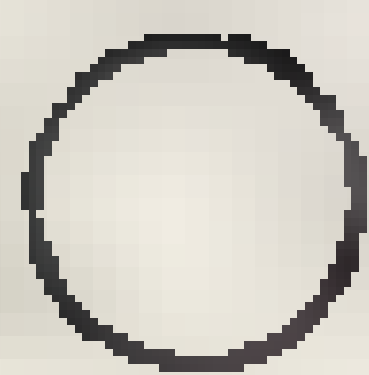
خالقِ ارض و سموات کا فیضانِ جلیل
ایک گلدستہ رنج و محن ، اک تحفہ موت
تو اگر سمجھے تو ہے گوش و نظر کی تحدید
ہو وہ جادو گری رنگ کہ ہنگامہ صوت !

اے دل خستہ و افکار دھڑک کر ختم جا
 اب یہ پابندی آداب کہن چھوڑ بھی دے
 پاؤں ماندہ ہوتے، نیرنگ جہاں دیکھ چکے
 اب ہوائے چمن اے مرغ چمن! چھوڑ بھی دے!



یہ گھڑی محشر کی ہے

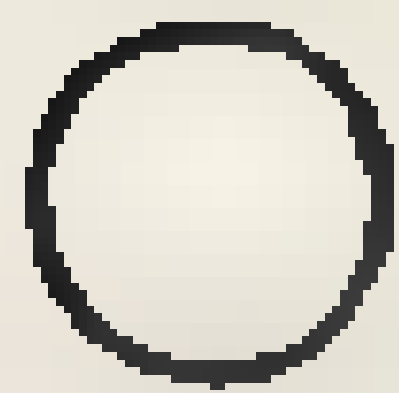
صور پر دازو ! اُٹھو محشر کی فستردنا پھونکو
 اس کی گونجوں سے دلِ دشت و جبل و ہلا رو
 فستردن آتشیں کو قریب اور فستردن سے آؤ
 ارض بریاں سے کہو اپنے دُشمنینے اُگلے
 اے سفیرانِ فلک ! اپنے سچے کھولو
 بسترِ خاک سے اے نیکند کے ماتے اُٹھو
 دل کو روشن کرو احساس کو بیدار کرو
 یونہی کیا دیکھتے ہو کھوئی ہوئی آنکھوں سے
 خامکارانِ یستیں ، یومِ حساب آ پہنچا !



پیام

عارضی موت ہے اسباب کی مجبوری بھی !
محو ہو جاتے ہیں یادوں سے خطا و نماںِ انقذش
اور اس بے خودی سے ان کے پیامِ شیری
کر کے بیدار دلاتے ہیں پھر احساسِ حیات
کی اسی طرح کوئی سلسلہٴ اسلکی
واسطہٴ دینی، کوئی رابطہٴ سرت و کلام

اپنے اور عالم ارواح کے مابین نہیں ؛
دل کے گنجوں میں اچانک جو نمایاں اُٹھتے ہیں
جن میں الہام کی سہی برق و شہی ہوتی ہے
کیا وہ ہوتے نہیں پیاروں کے پراسرار پیام ؟



سکوتِ شام

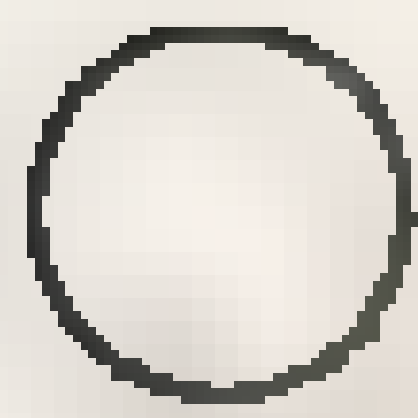
آسمان پیراہنِ خونیں میں ہے
دُور — مغرب کی پر افشاں ظلمتوں میں
ڈوبتا ہے آفتاب

آسمان کی سُرخ نیلی جدولوں پر
چند مبہم سے اشارے

چند افسانوں کے خط و خال اُبھرتے آتے ہیں
آ رہی ہیں میرے کانوں میں یہ کس کی ہچکیاں؟
سُن رہا ہوں کس کے دل کی دھڑکنیں؟

چاند تار سے فکر میں غلطاں تمام
 رات گری سوچ میں لکھوتی ہوتی
 رگبت اور کھشتی —

اک کشتہ حرماں کا مدفن ہے
 جہاں آنسو چمکتے ہیں
 غم صد برگ کے کھلتے ہیں پھول
 اک سکوت تاشکیبا، اک سرو سوزناک
 یہ ترے املاک پر چھایا ہوا
 یہ تری دُنسیا پہ اُسرایا ہوا
 یہ ترانہ ہے؟ اسے پروردگار جان پاک!
 یا کسی صد چاک دل کا نالہ اندوہناک؟



وقت

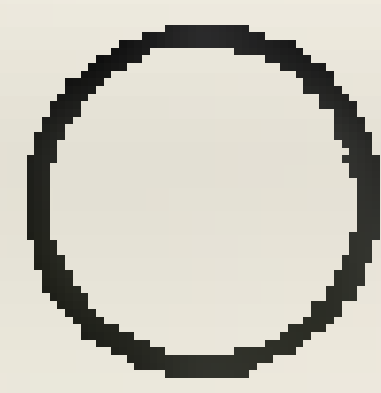
وقت تخلیق کا چشمہ . ہر چیز کی اصل ہے
وقت کے فین سے یہ مکاں، لامکاں، فصل ہے، وصل ہے
زندگی اک محالِ نفس . وقت کی کوکھ سے
وقت کی گود میں

وقت پرواز ہے اس کو ذوقِ نشیمن نہیں
وقت آزار ہے قیدِ بختِ حبیب و دامن نہیں
بسم سب اک کارواں میں جو ہے
آفرینش کی صبحِ نخستیں سے گرم سفر

ساکم وقت کے سامنے کس کو بے تاب پیمان و چہا ؟
 کس جوان عزم کا عرصہ وقت کو جو کہ نامسرا ؟
 کس بیسے پتھر یہ نغمے یہ ناسے یہ غوغائے

مرگ و حیات ؟

کوئی آئے کوئی جاسے پر کرم رفتار سے کائنات !



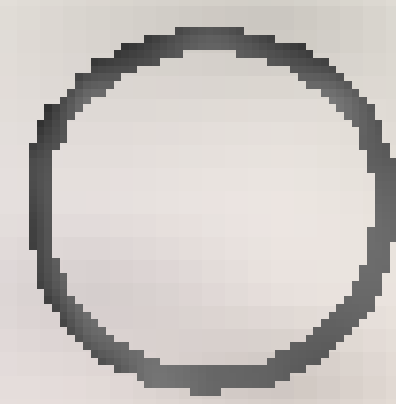
سرد و نو

تو ابھی آشنا ہی نہیں زندگی کے بزمِ وزیر سے
 عنقوانِ تمنا کے رنگین خوابوں کی تعبیر سے
 تیسے کریمیں تختل کا شاہیں گرفتار ہے
 حُسن و رُوماں کے زرتار پیچاک ہیں
 خال و خط کی دلاویز و سرشار قوسوں میں ، خمدار
 ہونٹوں کے افسوںِ نناک میں

رنگے بوسے حرمیوں میں تیری انگوں نے پائی ہے نشوونما
 علاقہ زلف پہچان کے مرہون احساں ہیں افکار شوق و رسا
 سحر بیدار ہے احمریں مرہیں کائنات
 تو سمجھتا ہے تیرے تصرف میں ہیں کشش جہات
 گردش جام نور بادگاہ کے علاوہ زمانے میں
 ہیں گردشیں اور بھی
 لرزش سینہ جوشاں کے علاوہ زمانہ میں ہیں
 لرزشیں اور بھی
 اب تک ابرام کے طاق و مہراب میں چہرہ اغرور
 ہیں خون معمار کی مشعلیں
 اتنی صدیاں گزرنے پہ بھی آبل سیر کی فرماں
 روانی ہے اقتدائے آفاق ہیں

مریم زلیبت - آوارہ ، آشفہ ، غلطاں ، بخاک
 اعتراف شکست خودی - جیب دامن کے چاک
 مٹ چکا سحر دوشینہ آثار عصر رواں اور ہیں
 آج قلب بگر کے مقامات آہ و فغاں اور ہیں

رایگاں جانے والی نہیں خون معمار کا
 زمزمہ پھوٹے گا چیر کر سینہ کہسار کا
 وقت آتا ہے مردہ چراغوں سے لکھنے کی آگ
 اور واماندہ ہونٹوں کے گوشوں سے اُتہیں گے راگ
 نچپکاں ارغواں باب اُٹھیں گے اوراق تاریخ کے
 تختیاور ہے وہ جو زمانہ کے ایما کو پہچان سے !



اسلامیہ کالج لاہور

الوداع ہے انش کالج کی فضاؤں الوداع
الوداع ہے زمزمہ آئیں ہواؤں الوداع

الوداع ہے پیسے پیسے مہزاروں الوداع
الوداع ہے قہر قہار کے مناروں الوداع

الوداع ہے وادی رومان پرور الوداع
الوداع ہے نقطہ انسان پرور الوداع

تیسکر رمونوں میں گزارا زندگی کا عنفواں
بے نیازِ فکر و دریاں، غرقِ جامِ ارغواں

ان دردِ دیوار سے کسبِ عیا کرتے ہے
فطرتِ ناپخت کی نشو و نما گیت ہے

حکمت و دانش کی قدیلیں فروزاں ان سے ہیں
نجمِ روشن نیم رُس جوہر نمایاں ان سے ہیں

چشمِ شاعرِ مایہ اندوز بصیرت ان سے ہے
مستبصر و نگہ آموزِ حقیقت ان سے ہے

سیرت و کردار کی تشکیل ہوتی ہے یہاں
نورِ میرہ و فکر کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

کتنے انساں علم کے سانچوں میں ڈھلتے ہیں یہاں
کتنے ہی فرزانہ و فنکار پلتے ہیں یہاں

آدمیت کے یہاں باغِ نغمہ سرزند ہیں
کتنے سیاس و ادب و اعزازانِ دانشمند ہیں

ابن آدم کی نگاہوں میں مچلتی ہے یہیں
خود شناسی و خود نگاہی کی رمز آتشیں

ہاں و بخود آدم خاکی نکھرتا ہے یہاں
ہاں شعورِ خام و ژولیدہ سنورتا ہے یہاں

بیبی و ریواز کے شاداب لالہ زار ہیں
صبحِ عشرتِ انتما و شامِ نغمہ بار ہیں

زندگی گویا شباب و شمع کا طوفانِ تھی
ہر ادا سے شرمیں غارت گر ایمانِ تھی

بار بار چھپ چھپ کے کی ہیں عشق نے سرگوشیاں
وہ سکوتِ تباہی ز اوہ حسن کی خاموشیاں

پیشہ عجیب انداز تھا دل کے نیاز و نیاز کا
تلاش شوریدہ و کیفیت غماز کا

بستی معصوم اک نرم و سبک افسانہ تھی
نوجوانی کے نشے میں ہر نظر مستانہ تھی

بے حجابانہ شفق زاروں میں کھوجاتے تھے ہم
بے خودانہ خلوتِ جاناں میں سو جاتے تھے ہم

جس جگہ سے ہم نے پایا فیضِ سوزِ جاوداں
جس جگہ ٹھہرا رہا چھ سال اپنا کارواں

اس گلستاں سے ہمیں حکمِ سفر ہے آج کل
دعوتِ تعمیرِ دُنیا ہے دگر ہے آج کل

ہمدردِ دیرینہ بچو سے آج نصحت دیتے ہیں
لا ابالی زہرِ وقتِ روزِ فوت ہوتے ہیں

غیر ہانسی کی سیہ یادوں کو دامن میں لیے
اپنی بربادی کا آبادی کا یہ سماں لیے

رخصت لے مینانہ علم و ہنر جاتے ہیں ہم
زندگانی کو نواسنج فغاں پاتے ہیں ہم

قطرہ دریا آشنا و ذرہ صحرا دست گاہ
منکر چابکدست کرتا ہے شکار ہر وہ ماہ

آج اپنی سمت کتنی راہیں وا آغوش ہیں!
منتظر زندوں کے کتنے ساغر سر جوش ہیں!

تیری دنیا ناز بختی انداز بختی افسانہ بختی
مضطرب و ساقی بختی ہم تھے گردش پیمانہ بختی

آہ پر تبدیل یہ رنگ زمانہ ہو گیا
درسے سے متافلہ اپنا روانہ ہو گیا

تجھ سے وعدہ کرتے ہیں اے علم و حکمت کے سہارا
زندگی کی دوڑ میں بڑھ چڑھ کے ہوں گے گرم کار

اس مقدس نام کو بخشیں گے ہم تابندگی
سر بلندی ، سرفرازی ، شہرت و رخشندگی

ایک دن گونجے گی تیرے ذکر سے بزم وطن
داستان در داستان و انجمن در انجمن

جو سبق سیکھا ہے تجھ سے یاد رکھیں گے اسے
سبز رکھیں گے اسے آباد رکھیں گے اسے

شامل درسِ اولوالالباب رکھیں گے اسے
خونِ دل سے سینچ کر شاداب رکھیں گے اسے

تیسرے نغمے اس سمندرِ شوق کو مہینہ ہیں
جو ہر امن روز خیال و آرزو نگینہ ہیں

تیرے ہی ارباب دانش سے ملا درس حیات
تیرے ہی نکتہ وروں نے کھولے رازِ نمکات

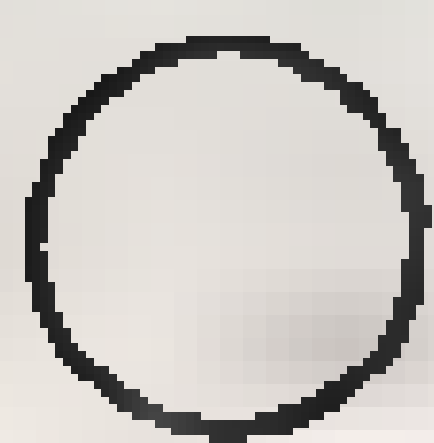
اندرونِ سینہ جو سوزِ نفس ہے تجھ سے ہے
تیرے ہی حلقِ گواں سے کانپتی ہے میری لے

شدتِ جذبات سے اب کچھ کہا جاتا نہیں
پر دلِ بے زور سے چہرِ بستی رہا جاتا نہیں

یہ تڑا فیضانِ بے پایاں سدا جاری رہے
قلبِ ناداں کے لیے تیری نظرِ کاری رہے

راتِ دہانساں تیرے آغوش میں پلتے رہیں
باشِ بختِ رہیں اخلاق میں ڈھلتے رہیں

بچوں پہلے پھولے تڑا گھوارۂ علم و ہنر !
بچوں روایتِ کائنات میں زندہ تڑا پابندہ تڑا !



تذکرہ شوق

اسی زمانے کی گردشوں نے
کہ جس نے مجھ رندِ لا آباں کو مہربان
رموزِ شربِ دہم سے آشنا کیا خا
دل و بگر کی جراحاتوں کو
شکنِ شکن چاک چاک نوکِ مہر سے
صبر و مسامحت

تمہارے غمزدوں کی کوئی رمز لطیف پا کر
 حریم جان کی نرم و شاداب زمیновں سے
 طواف کوسے بیتاں کی آوارہ لذتوں سے
 تمہارے جلوؤں کی مست و مدہوش نگاہوں سے
 مشامِ جاں کو کبھی کا محروم کر دیا ہے
 دیارِ ترک و طلب کی زمیں بدل گئی ہیں
 مرادِاقِ حیات شاید بدل گیا ہے

کہ میرے خوابوں میں آج کل رستخیز ہی انقلاب سا ہے
 نمودِ قوس قزح سے اکٹا گئی طبیعت
 جہانِ روم کے اس پرستار میں کوئی تسکین ہی نہیں ہے
 ہمارے مابین ہو گئے ہیں حجابِ حائل

اب اپنے درمائدہ ہاتھ جن کو
 اٹھا نہیں سکتے غالباً اسے پری ششماں!
 مزاجِ غم ایک نشاۃِ تازہ سے ہم آغوش ہو رہا ہے

حریرِ زلفوں کے پیچ و خم میں
 غولِ جلوؤں کے ذوقِ مر میں
 ملکِ سوزِ نہاں کہاں آئے

علاجِ سوزِ نہاں کہاں ہے ؟
 سن ہے تم نے بعدِ ادا کائنات اپنی ایک بسا لی
 اک اجنبی شہر کے تفرج کدوؤں ، ضیاءِ رقص گاہوں
 تھرکتے کوچوں ، سمٹی راہوں
 طلسم انگیز پارکوں میں
 تمھاری عشرِ حرامیوں کی
 حکایتیں عام ہو رہی ہیں
 صبحِ چہرے کے اُجلے اُجلے نقوش کا دلربا تقدس
 سُبُو کے ہمراہ بزمِ آرائے میکہ ہے !

مجھے ازل سے ہوا و ربیت
 عنم محبت ، عنم زمانہ
 دماغِ کفرِ آثنا و وجدانِ مومنانہ
 حقیقت و شوخیِ فسانہ
 تمھیں مبارک نشیدِ قلقل
 سرودِ انجسم ، صفیرِ بلبل
 جنونِ مشاطگی کا کل
 زبے بختہ ! زبے تغافل !

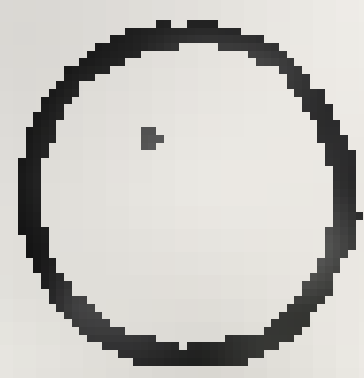
نہجے تنہا نے سہری نے عطا کیا ہے

گداز الحسان ساربانان

مذاق طوفان دیارِ حرماں

ازل سے لکھا تھا کلک قدرت نے طبعِ خاند کو عاشقانہ
کہ یوں ہی جذب و گریز کی کش مکش سے ہو عارفِ زمانہ!

— — —



خزاں رسید چمن میں

خزاں رسید چمن میں، بے برگ و بار پودوں
شکستہ و منہدم فصیلوں کے پاس نو خیز ایک حسینہ
سیاہ شگنوں لباس پہنے

شفق کے بجگے ہوئے اندھیروں میں رو رہی ہے
پرانی یادوں نے اس کے سینے میں ایک طوفان مچا دیا ہے
تنتن و حسرت و تامل کے قلم بے کنار ہیں گم

وہ سوچتی ہے کہ کس کے سانسوں نے ان دیوؤں کو

تھا جن سے ویرانے میں چراغاں

تھا جن سے سامانِ صد بہاراں

بگھا دیا ہے؟

اُبھرتے ہیں اس کے سامنے وہ نقشِ سارے، مٹے مٹے سے

تمام نقش و نگار کہ نہ بجھے بجھے سے

وہ دیکھتی ہے —————

نسیمِ عشرت فشار کے جاں نواز جھونکے

فضا کو ثاداب کر رہے ہیں

چمکتی کلیوں کی ایک ہرکار ہے چمن میں

ہری بھری ڈالیوں میں چھپ کر

ظہورِ تانہیں اڑا رہے ہیں

روشِ روش پر بہار اٹھلا رہی ہے سرمستِ ناز ہو کر

بلا کی شوخی و نزاکت ہے بوئے نسرين و یاسمن ہیں
گہر بداماں نشیمنوں میں

نسیم کی جلوہ ریزیاں ہیں
شہیم کی عطر بیزیاں ہیں

عنادل خوش صغیر کے بہتے زم زموں سے
فضائے گلشن پہ چھا رہا ہے

سحر کے اتوار کا بیوٹی
خمار شیریں غنودگی کا

زمردیں کاخ میں زرا ندود مسندوں پر
مصاحبوں میں گھرا ہوا ناؤ نوشیں ہیں گم

شہنشاہ کج کلاہ ، عالی تنبار سلطان

ہجوم انجسم میں ماہ تاباں

حریر و دیبا کا فرغل اوڑھنے

جوابر و لعل سے درخشاں
شرابِ گلشنِ نام سے لبالب
سفید بتور کے پیالے
لنڈھا رہا ہے

سرور کا عالم اور بزمِ طرب بپا ہے
ادھر ادھر سا قیامِ ہوش
صباحِ ت و لطف و نازکی کے
دراز قامت مجسمے سے

چھپاتے امواجِ خیز بینوں میں چاند سے ڈوبتے ابھرتے
سڈول مخروطی انگلیوں میں
بڑی نزاکت سے جامِ پکڑے

اُچھاں کے دستِ گلشنِ شاں سے
شرابِ لعلیں پلا رہے ہیں
خراب و بیخود بنا رہے ہیں

وہ اٹھا اک شور برہم وئے
وہ ایک رتنامہ چم سے آئی
پھکتی بانہیں فضا میں چھلکیں
سرور کی مست تانیں ڈھلکیں

ادھر یہ بزم طرب پیا تھی

ادھر بس پردہ سپہرا اور مشورے ہو رہے تھے — یعنی
خمار عیش و سرور کی مست کامیوں کے اُترنے کا وقت آ رہا تھا
چنگھاڑتی چبھتی اچانک شمال سے آندھی اٹھی، پھیلا
فضائے گلشن پہ ایک ہول آفریں اندھیرا

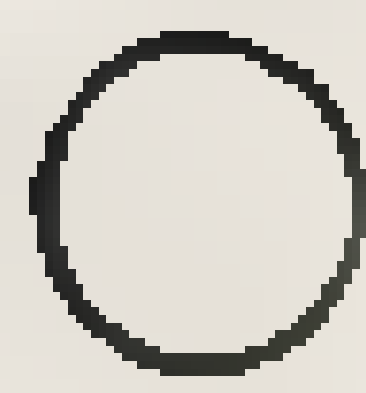
اُپر گئی مجلسِ شہانہ
اُلٹ گئی مسندِ شہانہ

وہ رقص کی محفل سکوں پاش ہو گئی برہم و پریشان
وہ نقرئی جام اور وہ زر نگار بنا
تمام ایک ایک کر کے پھوٹے
چمن کی رنگین وادیوں میں

جہاں ذرا دیر پہلے نغموں کی شور شنیں تھیں
سکوت — گزر سکوت چھایا

اور آج بھی ان سمن کدوں میں
گمرداں نشیمنوں میں
مہیب و ہول آفریں اندھیرا کراہتا ہے
خزاں رسیدہ چمن میں دوشیزا ایک تنہا
شفق کے بھیکے ہوئے اندھیروں میں روری ہے

— بیکینی کمال —
— ترکی —



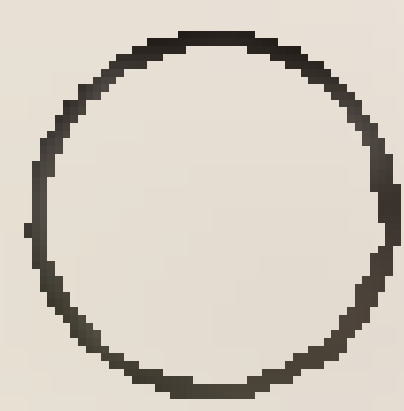
گیند

میرا دل — اک گیند ہے
پھینک دوں اس گیند کو
انجسم زخشاں کی سمت
یا ترے قدموں کے پاس ؟
اور اگر میں پھینک دوں تیری طرف
تھام لوئی اس کو کیا ؟

(شرکی)

چین والا چین

— چارچینی نظمیں



دیوارِ چین

ساتھیو! ساتھیو!

صبح کے وقت تم

کونسی راہ سے آئے ہو؟

تم نے دیکھا ہے کیسے

فوجیوں کو گلی کوڑیوں میں

ان کے کاندھوں پہ بارگراں

مادر چہین کی عزت کا نشان
 ان کے تم جی مسوان بنو
 ان کی خدمت کرو
 ان کے آرام کا دھیان بہر شخص کا اولیں فرض ہے
 وہ لڑیں گے
 وہ مرجائیں گے
 جان شیریں کو اپنے وطن پر وہ قربان کر جائیں گے
 ساختیو! ساختیو!
 تم کو کس چیز کا خوف ہے؟
 حوصلہ! حوصلہ!
 دست باطل شکن کو اٹھاؤ ذرا
 ان کی ہمت بڑھاؤ ذرا
 ہاں کہو: بیان پائندہ باد!
 امن و جمہوریت زندہ باد!
 سو سے اوپر کسناں
 سر بند و جوان
 آ رہے ہیں ادھر
 ان کے قلب و جگر

غصہ و عنصم سے لبریز ہیں
ان کے خنجر بہت تیز ہیں
دشمن بد نہاد

چھین سکنا ہے ان سے متاعِ نبرد
ایسی ان کی یہ تو ہیں، گنہیں،
عرصہ جنگ میں چھینی جا سکتی ہیں،
پردہ رکھتے، مچلتے، ترپتے دلوں کو
مسخر نہ کر پائے گا

ان کے پہلو میں سیسہ ہے، فولاد ہے
ایک نعرے کی گونج

ایک شور ستیز، ایک بانگِ رجز
ریت پر ہیں جواں خون کے تازہ تازہ نشان
اپنے خنجر بڑھائے ہوئے

سرزمینِ وطن کی جلالت کا پرچم اٹھاتے ہوئے
عورتیں بچے نعرہ زناں موج در موج
آگے بڑھے آتے ہیں

موت سے مرد ڈرتے نہیں
جو قدم آگے بڑھ جائیں پھر پیچھے ہٹتے نہیں

مُورِ جی سب یہاں ایک تازہ جہاں کی نمود
اور بدلنے کو ہے رنگِ چرخِ کبود
سو سے اوپر کہاں
سر بلند و جواں۔

ایک دیوارِ آہن کہ دیوارِ چسپیں
ہاں بدل دیں گے یہ محورِ آسمان و زمیں
برف باری رُکی

ہاتھ، پھرے، بڑھے

سب کے سوتے زمیں

نیچے نیچے ہوئے

کھیلتے ہیں حبیبِ برف کے گالوں سے
اشک ہیں

یا کہ تنہا کی دھسار ہیں؟

پوچھ لیتے ہیں وہ اپنے آنسو تمام
اور پیکار اٹھتے ہیں :

دُشمنِ بد نہاد

مردہ باد!

برف باری رُکی

سو سے اُوپر جواں

برفت کے تودے پیچھے بہاتے ہیں میدان سے

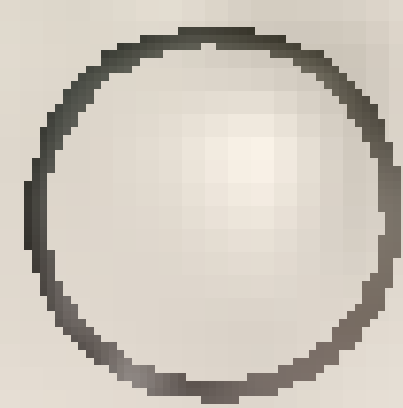
اور لہو کے نشاں

ہستہاں، کھستہاں

عسک کی آندھی رُکی

اور مل اُبل کے سب

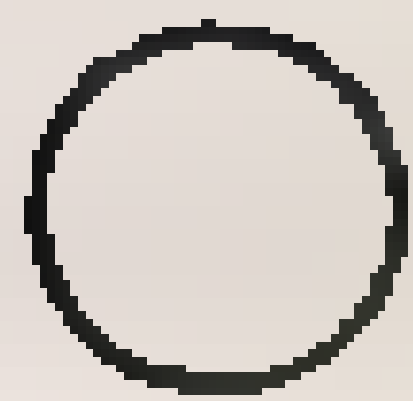
بو گئے مہو رقص و طرب !



اوسط زریں

وہ جو غم تلخی کرتا ہے سارے جہاں کا
نہاں کا عیاں کا
کبھی نصرتوں سے نہ سرشار ہونما
بیشہ مسزیت سے دوچار ہو کا
زیا پر جو کچھ بھی ہے سمجھو است ایک نواف مقدس
اسے اپنے ذاتی تصرف میں لانے کی کوشش بدست
نہ اس پر بھی رونق ملی، ہتاؤ نہ قبضہ نہ مستدرت
اسے اپنے قبضے میں لانے کی کوشش اگر کی

تمھارا تمسخر اڑائے گی ناکامی و نامرادی
 کہ اسی کار گاہِ بہاں میں
 ادب گاہِ سود و زیاں میں
 ہر اک شے کی ہے آگے بڑھنے کی ، پیچھے
 پلٹنے کی ساعت معین
 نفس کے بزم و زیر کا قاعدہ ہے
 شباب و کھولت کا اک دائرہ ہے
 بگڑنے سنورنے کا ، تعمیر و تخریب کا ایک
 دستور ہے ضابطہ ہے
 اسی وجہ سے جو بھی اہل نظر ہے
 اور احوالِ ایام سے باخبر ہے
 وہ چلتا ہے اپنے لیے اعتدال و توازن کا جادہ
 اور افراط و تفریط سے چلتا ہے اپنا دامن بچا کر
 نہایت پسندی کے کانٹے بٹا کر !



مکافات

ہے نہاں عجز میں سرسرازی کا سرِ خفی
 دل میں مواج ہے گر تم تائے بالیدگی
 نغمہ ناشنیدہ بنو نکہتِ نادیدہ بنو
 سر بلندی کا ارمان ہے تو خمیدہ بنو
 یوں زمانے میں دارائے خُلق حمیدہ بنو
 گر تمھارے ظروٹ و آوانی ہیں خالی تو پھر کیا ہوا،

وقت کامریاں ہاتھ پیرے گا منہ تک انہیں غنیمت

جن کے ایوان پہلے ہی مسطور ہیں

گر افسوں نے یہیں اپنی جنت بسالی تو پھر کیا ہوا

ظالموں کو پس مرگ کنج لحر بھی نہ ہو کا نصیب

بس کو بخش گئی عس و برہان کی ، ذوق

و وجدان کی اہلیت

زیر افلاک وہ جانتا ہے ہر اک چیز کی ماہیت

چونکہ اس میں تفاخر نہیں آرزوئے نمود و

نمائش نہیں

اس سبب سے دکتا ہے تابندہ ہوتا ہے وہ

نعرہ بازی سے بیکار شہرت کی خواہش نہیں

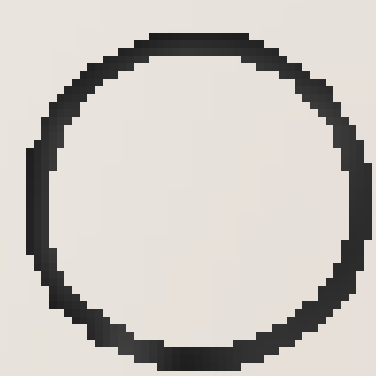
بے تکلف خرامندہ ہوتا ہے وہ

خود ستائی نہیں خود پسندی و ناز و نیایش نہیں

اس سبب سے سرفراز ہوتا ہے پایندہ ہوتا ہے وہ

اپنی تخلیق پر اس کے دل میں غورِ صناعت نہیں

جھوٹا احساسِ نخوت نہیں
 اس لیے اس کا شہکار بٹتا نہیں
 سینہ دہر پر ایک نقشِ جمیل ، ایک نقشِ دوام
 اک زیارت گہِ خاص و عام!



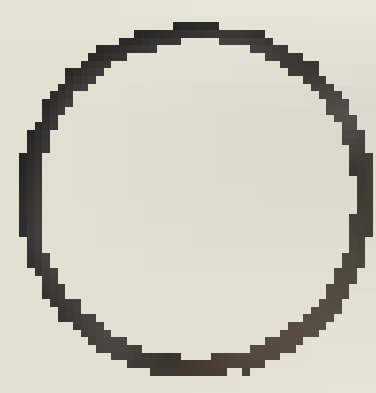
یہ زندگی

یہ زندگی یہ زندگی کے فلسفے
یہ لاشعور ! یہ سابقہ !

تمام یاسیت ، تمام بوریٹ
یہ ہاؤسز یہ اختلاف ہاؤسز

بس ایک خواب ہی تو ہے
نظارہ سراب ہی تو ہے

مجھے خراب لعلِ ناب رہنے دو
 فضول ہیں یہ کاروبار دُنیوی !
 نہیں ہے جن میں حُسنِ معنوی
 مجھے یُونہی تباہ حال رہنے دو
 یہ داستان تلخی مآل رہنے دو
 چمن میں عنذیبِ خوش صغیر کہتا ہے
 حسینہ بہار ہے ادا فروشیوں میں گم
 لٹھائے جاؤ حشم پہ حشم
 یہ نغمہ یہ جنوں کا نیش و نوش
 ہوا بھی خوشگوار ہے فضا بھی ابر پوش
 میں چاند کے طلوع ہونے تک
 اسی طرح نشے میں چور والہانہ گیت گاؤں گا
 اور اس کے بعد اختتامِ نغمہ پر
 نڈھال ہو کے سو سا جاؤں گا !



بُور و بُور

نسیم صبح کے انفاس میں طغیانِ عنبر ہے
فروغِ نگہت گل سے مشامِ جاں معطر ہے

فضائے رنگ بُور میں خیمہ زن ہے ابرِ نیسانی
چراغانِ سحر میں برگِ تر کی شعلہ سامانی

بساطِ سبزۂ نم پر شرارِ گوہرِ غلطان
محیطِ نیلوں میں کر ملکِ شب تاب ہیں پڑاں

روشن ہائے چمن پر لپٹاں ڈھلے ہیں اوس کے قطرے
قبائے پریمیاں ہیں جیسے زر اندود آویزے

دھنک، شعلے ہی شعلے، آتشیں برسات کی نشا میں
شفق زاروں میں بچودار غواں جذبات کی نشا میں

دھندلے سرسراتے منظروں کو ڈھانپ لیتے ہیں
نگاران چمن راز چمن کو بھانپ لیتے ہیں

رواں ہے کہکشاں کی جوئے شیر آہستہ آہستہ
اُٹھیں گے عابدِ کوکب ضمیر آہستہ آہستہ

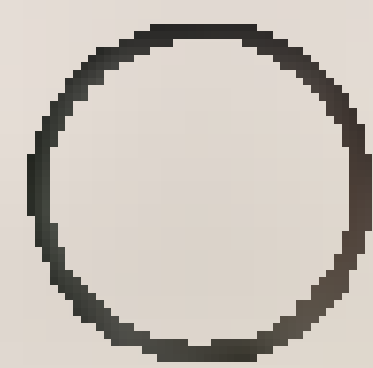
سُرشکابِ لالہ گول سے کشتِ شب کی آبیاری ہے
فضا پر والہانہ خلوتوں کا کیف طاری ہے

یہ افسوں سُکرِ مستی کے، یہ جادو جذبِ رومال کے
غنودہ نیم والے، روپے خوابوں جلوے

مگر یہ دلربائی، صبح کی دوشیزہ رعنائی
ستاروں کا تبسم، مہر و مہ کی جلوہ آرائی

سکوتِ نیم شب کی شبیم آگیاں خود فراموشی
یہ نغمے طائروں کے، یہ گل و لالہ کی سرگوشی

جیسی! تو نہ ہو تو یہ فقط اک تودہ خس ہوں
دماغِ آشفستہ، دلِ افسردہ، احساساتِ نارس ہوں



راہ و رسم منتر لہا

مرے سامنے رہنما اپنے دامن میں جلوے سمیٹے
جنون تماشا کو آمادۂ امتحان کر رہی ہے
خیابان و صحرا کے گہواروں

فطرت کی بے قیود پہنائیوں میں
یہ محسوس ہوتا ہے گویا حصارِ ہوس سے نکل کر
میں محبوب کی گرم و آسودہ آغوش میں آ گیا ہوں

جہاں مجھ کو آفاتِ دُنیا تے دُور سے اماں مل گئی ہے
 جہاں ذہن فکر پریشاں سے، دل اضطرابِ خفی سے
 نظر انتشارِ نظارہ سے، سر بارِ آشفتگی سے
 سبکدست ہو کر تروتازہ و نوجواں ہو گئے ہیں
 مرے سامنے رہنڈر اپنے دامن میں جلوے سمیٹے
 مرے شوقِ صحرا نوردی کو حرکت پہ اکسا رہی ہے

پس و پیش گلِ کارِ مئی رنگے بو دیکھنا سینہ رہنڈر پر
 ہوس سے منترہ، خراماں خراماں چلا جا رہا ہوں
 بیسیر ہے مجھ کو نمودل، فراغِ نظر کا تشکیبِ جگر کا
 تشکیبِ زمیں کے سفالیں نظاروں کی رعنائیوں میں
 سپہرِ ربِ جد کے اجرامِ نوریں کی حسرت نہیں ہے
 وہ اپنی جگہ ہی بھلے ہیں میں اس بات کو جانتا ہوں
 مجھے اپنے فردوس ہیں ان بناتِ فلک کے بسانے کی
 حاجت نہیں ہے!

یہ موج ہوا جس سے میرے نفس کا تلاطم، مرے
 نطق کی لب کشائی
 یہ اشیا جو میرے ہیولائے افکار کو بخشتی ہیں
 خط و خال و احساس و پیکر
 یہ بکھرے ہوئے راستے، پیچ کھاتے ہوئے
 رینگتے سرسراتے
 ہیں اک غیر مرئی حقیقت کے پرتو سے روشن بھی
 اور مرتعش بھی
 یہ ناسفند جلوے مرے دل کی آواز کے ہموا ہیں!

یہ شہروں کی بھرپور سڑکیں، یہ نقشِ کھن پائے
 گلزار گلیاں
 یہ حدِ نظر تک مکانوں کے آپس میں اُلجھے ہوئے
 سلسلے سے

شفق پوش باموں کی سرگوشیاں بادلوں سے
 یہ شفاف آئینے یہ کھڑکیاں رازِ مینا نہ کہتی ہوتی سی

یہ پتھر یہ زینے پیستے ہوئے یہ خم طاق و مخراب
 جن کو کہیں نورس مشرگاں
 یہ نو بادگاہِ تمنا ، کہیں بنتِ پنجاب و ایراں
 کہیں دُختِ کافرستان
 کہیں زلفِ بنگال کی تابداری ، کراچی کے جلوے
 کہیں دامن افشاں
 یہ خوبانِ پرکار و سادہ شہیدِ نظر کے لیے
 ایک طرفہ بلا ہیں !

مناظر چپ و راست سے پھیلتے جا رہے ہیں
 مرقع — یہ سیال و زندہ مرقع — شبابِ مکمل
 بہارِ مجسم

غنا کی نشیبی مدھرتانِ دل سے جگر تک اترتی ہوئی سی
 یہ کافر جمالوں کی بربطِ نوازی
 نگارانِ نو بر کی عشوہ طرازی
 سرورِ لبِ رگداز — یعنی شارع کا شاداب و
 سرمست نعمت

مری رہگذر! کیا تو مجھ سے یہ کہتی ہے تب کو نہ چھوڑو؟
 مجھے چھوڑ کر تم ہمیشہ بھٹکتے رہو گے
 بہت دیر سے تھی میں زحمت کش انتظار
 اب مجھے اپنے قدموں سے پیوستہ رکھو؟
 حسیں رہگذر! چھوڑنے میں اگرچہ کوئی خوف مانع نہیں
 پر مجھے تجھ سے وابستگی ہو گئی ہے
 میں خود اپنے اظہار پر اتنا قادر نہیں جتنی تو ہے
 تری منزلت میرے دل میں مری نعلیم سے بیشتر ہے
 مرا ذہن کہتا ہے سب کارنامے کشادہ فضاؤں
 کے مریون منت رہے ہیں
 سب آزاد نسلوں کی تخلیق بھی زندہ ماحول
 ہی میں ہوئی ہے
 میں محسوس کرتا ہوں ایسے ہیں تعمیر از رنگ مانی
 و تخلیق فکر فراطون و دانستے و روی و اقبال
 و غائب بھی مشکل نہیں ہے

اب اس وقت سے کوئی حد، حد نہیں ہے

قیود و سلاسل کے افسوں تنگ و تاز پر اب
کندی نہ پھینکیں گے چھپ کر

جہاں چاہوں جاؤں میں اپنے ارادے میں مطلق ہوں
اپنی قلمرو کا مختار کل ہوں

میں اوروں کی باتیں اگرچہ سنوں گا مروت سے
خندہ لبی سے

گراں مایہ پند و نصائح کے سرمائے سے بہرہ اندوز
ہوتا رہوں گا

عمل اس پہ لیکن میں خُذْ مَا صَفَا اور دُخْ مَا كَذَرَ
کے مطابق کروں گا

مری خود نگہداری اب سے مری ذات کی
پاسبانی کرے گی

میں اپنے عمل کی صلابت سے تعمیر دنیائے تازہ
کروں گا!

زماں و مکاں میرے اندر اُمنڈتے چلے آ رہے ہیں

مشرق، مغارب سب اقصائے عالم
مرے حکم کے منتظر، میرے اقبال کے مدح گستر

سحر کے تجلّی کدے سے شبِ سُستِ رم تک
 تَجَرّ کا اک بیکراں سلسلہ ہے
 ہر اک شے حین و شگفتہ نظر آ رہی ہے
 زن و مرد ہیں ، میں یہ اعلان کروں گا
 تم نے مرے ساتھ جو کچھ تَلَطّف کیا ہے
 میں اس کے لیے اتنا ممنون ہوں اپنا سرمایہ زندگی
 وقفِ انسانیت کر رہا ہوں
 میں اب سے تمہارے غموں کو بٹانے کی امکانی
 کوشش کروں گا
 ہجومِ زن و مرد میں اپنی ہستی کو اک ساغرِ کیف
 کی شکل میں پیش کرتا رہوں گا
 محبت کے دیپک ، خوشی کے کنول اور
 امنگوں کے فانوس
 بے نور کو چوں کو ہر شب ، ہمہ شب منور کریں گے !

کسی کینہ ور سے مجھے کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہے
 جو مانے گا مجھ کو وہ خود بھی توانا رہے گا۔

مجھے بھی توانا کرے گا!

جمال و نجابت کی سر بستہ حکمت کو میں پا چکا ہوں
یہ حکمت ہے فطرت کے آزاد گہواروں میں سانس لینا
غباریں گزر گاتوں میں کھیلنا کودنا اور ان سے
ہم آغوش ہونا

یہی دانش و علم کا مسرخی امتحاں ہے
یہ مکتب ذکاوت کی کوئی کسوٹی نہیں ہیں
متار ذکاوت کو اک ذہن سے دوسرے ذہن
میں منتقل کرنے کی سعی دیوانگی ہے

میں کرتا ہوں اب تجزیہ ان اسالیب فکر و نظر کا
جو دانش کدوں میں وقیع و گراں پایہ لگتے ہیں لیکن
بہار و غزاں کے شہابی نظاروں، خنک موج
جلووں رواں بادلوں

اور بیتاب لہروں کے گرداب میں وہ دبستان کے
خود ساختہ قاعدے

کتنے بے آرز ہیں۔ ہاں حقیقت یہاں منکشف ہے
جہاں ابن آدم کو عرفان مد سے ہیں کیا ہوں

میرے شعورِ نھنی و جلی کی ہے سرحد کہاں سے
کہاں تک !

یہاں رُوح کا جزر و مد ہے
یہ موجیں جو سینے کے اعماق سے اٹھتی ہیں
کانش افزا تجسس کی زائیدہ موجیں
تذبذب کی پرچھائیاں، خوف کی چھاؤنی، نا اُمیدی کے
ڈیرے

یہ ظلمت کے افعی، خیالوں کے عفریت، وہموں کے
آسیب کیا ہیں ؟
کچھ ایسے زن و مرد ہیں جن کی قربت سے لگ
جاتی ہے آگ سی جسم و جاں میں
اُجڑ جاتی ہیں جن کے احساسِ فرقت سے ہی میرے
شعروں کی دُنیا تے رنگیں
سرِ شامِ جنگل میں جاؤں تو ہوتا ہے مجھ پر
نزولِ سرودِ خماریں
مرے دل میں سرچشمہ سوز کیوں چھوٹتا ہے ؟
یہ کافر جمالوں کے دیدار سے زیرِ مژگاں

چمک اُٹھتے ہیں کیوں لرزتے ہوئے شوخ تارے؟
 (میں سرِ عبادۂ حق سے بھٹکا ہوا راہرو ہوں؟)
 دلِ مرد و زن میں محبت کے شعلے کہاں سے
 پھٹک اُٹھتے ہیں والہانہ؟
 مسرت کی خوشبو سے بادِ بیاہیاں گرا نبار سی ہے
 مرے ساتھ آؤ اک ایسی رفاقت کو پا لو
 سدا جو رہی ہے نبرد آزما زندگی سے
 زمیں اوّل اوّل درشت و خموش و پُر اسرار لگتی ہے
 فطرت بھی پہلے پہل گو عجیب و پُر اسرار معلوم ہو گی
 مگر اس سے ہمت نہ ہارو
 سمندرِ طلب کو غناں تاب کر دو!

یہ مدہوش خلوت ، یہ قربت کی سرجوش لذت !
 یہ شاداب رمنے ، یہ عیش و ہوس کی پناہیں
 یہ خمیے ، یہ دلکش خیاباں ، یہ آرام گاہیں
 شہاب اور میدے سے گوندھی ہوئی دخترانِ نگاریں

دو عالم کو تسخیر کرتی لگا ہیں نھاریں ، ادائیں بہاریں
 یہ نظارے غارت گرا من ، دامن کش دل ہیں لیکن
 جو تو چاہے رک جائیں اپنے قدم غیر ممکن !
 بڑھاؤ قدم سست پائی کو چھوڑو !

ابھی اور ترغیب سیمیں کی یلغار ہوگی
 ابھی اور تخریبیں رنگیں کے شبخون ہوں گے
 میں تم کو صعوبات منزل سے آگاہ کر دوں
 مرے پاس خلعت نہیں جن سے داد و دہش کی
 نمائش کروں میں

سکھانا ہوں میں اس غم زندگی سے نبرد آزمائی
 تمھیں بھی کبھی جس سے دو چار ہونا پڑے گا
 تمھارے مقدر میں قاروں کا گنج شقاوت نہیں ہے
 جو خون جگر سے کماؤ گے دست سخاوت سے
 اک دن ٹا دو گے آخر

تمھاری رہ شادمانی میں ہزل و تسخر کے کلنٹے بچھیں گے
 محبت کے نایاب و درویدہ پیغام کا واپس

بوسہ شعلہ آشامہ ن خیر مقدم کرے گا

تمہاری طرف دست و بازو بڑھیں گے مگر وہ
تمہارے گلے میں جھانل نہ ہوں گے !

کتنی نادیدہ نظارے حجابات ہیں ہیں
کتنی شاہراہیں غبار پس کارواں کو ترستی ہیں اب تک
مقامات آہ و فغاں جوئے خونناب کے منتظر ہیں
انہیں غم دل : تو کس سوچ میں ہے ؟
کوئی چیز ایسی بھی ہے جس کی تحصیل ممکن نہیں ہے ؟

فقط عزم درکار ہوگا
نسیم سحر کی لطافت
گل و یاسمن کی طراوت
ستاروں کے خوشے
ہزاروں کے خوشے
جواہر کی کانیں
خوشی کی دکانیں
یہ سرمایہ اپنا ہے اپنا

چلیں تو زمانہ ہمارے چلو میں چلے دست بستہ

بڑھیں تو ہمارے پس و پیش صد کارواں ہوں روانہ
ملیں تو دلوں سے محبت کا رس لیں ، دماغوں
سے مدح و عقیدت کا تحفہ !

زن و مرد و پیر و جوان ! بستر استراحت کو چھوڑو
مذاقِ طرب کو حصولِ مقاصد میں حائل نہ ہونے
دو ہر گز

مقاصد کی تکمیل ایشار و فرقت کی طالب ہے اے
عسہ نصیبو !

حجابت منفی ہیں ، منفی سہاروں کو چھوڑو
نگاہ بصیرت سے دیکھو

خرابات کی مجلسوں ، رامش و رنگ کی محفلوں میں
جھلکتی ہے خود نا شناسی ، عزائم سے محرومی و زندگی

کے خفائے پہ بے اعتمادی

کوئی دل بھی تطہیر و اخلاص و شفقت کا حامل
نہیں ہے

یہ انسان انسان نہیں ہیں مٹنے میں اپنے

یہ آواز و ہنیت سے عاری تشخص سے محروم انسان
 جو زرکاروں ، سمن پوش جملوں ، پرستان سے
 ہوٹلوں میں
 شب و روز کو غرقِ تلخا بہ عشرتِ رایگاں کر رہے
 ہیں !

سمن پیرہن اپنے مغرور سینوں پہ محروط
 سرکش اُبھارے
 کہ جن کی جنوں پاش نظارگی سے ہوس مست و بالیدہ
 و مضطرب ہو
 سر رہگذر اپنے حُسن گریزاں سے اعصابِ آدم
 پہ مشقِ ستم کر رہی ہیں
 یہ سب ایک ویرانیِ دل کے بہلانے کے مشغلے
 ہیں

حیات آج سر جادۂ منزلِ سرمدی کھو چکی ہے
 کہ انسان فقط ایک بہروپ ہے ، شوخ ، کمزور ، بودا !

رفیقِ سفر، زندگی مستقل کشمکش ہے

(بندھا کس کے سر فتح و نصرت کا سہرا)

مرے لب پہ بانگِ رجز کا نیتی ہے

میں اس بزمِ کون و مکاں میں کسی محرمِ راز کو

ڈھونڈتا ہوں

کوئی صاحبِ ذوق؟ کوئی زباں دانِ دردِ تمنا؟

نقیبِ بغاوت ہوں میں جو مرے ساتھ آئے

مسلح ہو تیغِ دوتا سے

ہو آگاہِ تاریخِ جرم و سزا سے

حکایاتِ غدر و وفا سے

تنِ محکم و قلبِ دردِ آشنا سے

مری ہمرکابی عبارت ہے صبر و عزیمت سے

پیہم تگاپو سے کربِ بلا سے!

طویل و حسیں رگِ بذرِ سامنے ہے

بڑھاؤ قدم کس لیے رک رہے ہو؟

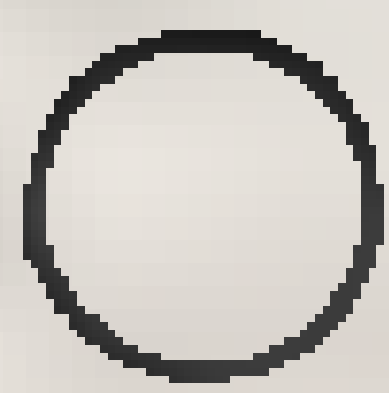
تپائی پہ رہنے دو قرطاس کو سلکِ افکار سے نامزد
کتابوں کو سرسبز شلفوں کی زینت بنا دو
مدارس میں دانش وروں کو جنوں و غرور بیچنے دو
سرِ منبرِ عام واعظ کے وجد اور الحاح کو چھوڑو
وکیلوں کو چھوڑو کہ فتانوں کے مل کے بیچنے
اُدھیر ٹیس

عدالت کو تدبیر چاک و رفو میں جگر خون کرنے
دو، آؤ !

گو اسبابِ ظاہر کا شیرازہ برہم ہے لیکن
لگا ہوں میں رقصاں ہیں عزمِ مصمم کی جوتیں،
ستاروں کی چھوٹیں

انیس غم دل ! مرا ہاتھ پھیلا ہوا ہے تھکاری
طرف پیش کش میں

یہی دیتا ہوں تم کو متاعِ محبت — جو ہے
 گوہر و تاج سے بھی گراں تر
 مگر تم بھی اپنی متاعِ دل و جہاں کو
 میرے حوالے کرو گے؟
 صغوباتِ غم کی کٹھن رہ گزریں مرا ساتھ
 دو گے؟
 دمِ واپس تک نشیب و فراز رہِ زندگی میں
 رفاقت کرو گے؟



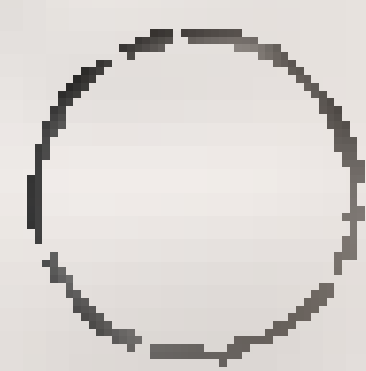
اسودگی

تمت تری ہم نشینی کی ہے
بس اک ساعت مختصر کے لیے
کہ اس محنت آبادِ ایام میں
فراغت نہیں دیدہ ور کے لیے
زہلے کو کہتے ہیں دارالامال
خطابِ سب تازی ہے غم کے لیے

ہر اک فرصت عیش ہے یادِ پیا
 مزے کس نے رقصِ شرر کے لیے
 کدورت : سرِ سفرہ کائنات
 مستدر ہے کامِ بشر کے لیے

بونئی جلوہ گر نو عروس ہیں بہار
 بستے ارمغانِ نکست و رنگ کے
 چھڑے تذکرے بزم و بازار میں
 مغ و ساغر و مطرب و چنگ کے
 سنبھلتا نہیں دامنِ احتیاط
 کہ ہیں جا بجا منظرِ ارژنگ کے
 چلی کوئے جاناں سے یادِ مراد
 کھلے دفترِ آہنگ و فرہنگ کے
 ذرا اپنے پہلو میں دے مجھ کو جا
 کہ گلبن بنیں غنچے اُمید کے

کہیں چاند تاروں کے رمنوں میں سمیر
 نہیں زمزمے ساثر نارید کے
 مذاقِ تحیر ہو آسودہ کام
 گھٹیں عقدے تثلیث و توحید کے !



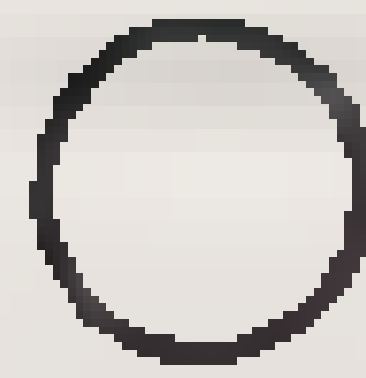
احساس

حسنت کو گڑاں ، سبیل رواں ہیں جمہور
لیکن اس عقد گہ کا کوئی شیرازہ نہیں
ایک چوہے کے مانند مطیع و منقاد
ہیں کو نیرو سے لکڑوب کا اندازہ نہیں!

ایک ناداں بھی جدت چاہے لیے پھرتا ہے
کیسا مضبوط جی ہو حلقہ زنجیر و غماں
ٹوٹ سکتا ہے فقط ہمت یک لمحہ سے
لیکن اس مرکب ترساں میں کہاں تاب و توان!

ذہن بوسیدہ میں ہیں سینکڑوں اوہام کے جہاں
 حشرِ ظلمات کا، افکار ہیں الجھن و ہیں
 خود ہیں پابند سلاسلِ رضا و رغبت
 اپنے ہاتھوں کا کویم، جسم پہ جو گھاؤ ہیں

ان کا حق ہے، ہے جو، ان ارض و سما کے ماہرین
 لیکن اس حُسنِ عطا کا انہیں احساس نہیں
 کوئی احساس دلاتے تو ہے اندیشہ جہاں
 ”اپنے اجداد کی قدروں کا اسے پاس نہیں!“



پایندہ ہے گا پاکستان

جلندھر میں اسلام کابول بالافتخار لیکن فرنگی نے ہندو سے مل کر مسلمانوں کو شہ مات دی
اپنی قسمت میں خانہ بدوشی لکھی تھی

کلاں پر جیاں کی سہانی فضاؤں کو چھوڑا

کہ آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب تھمتا رہا تھا

یہ در ماندہ حسرت کی نیش رگ جاں جو آبا و اجداد کے مسکنوں نے

دم واپس ہیں ہم کو سوچی

بے رو میں کرتے دو ماہ کے بعد ہم سرحد پاک پہنچے

تکے بارے، بے برگ و بے خانماں، عکس خواب پریشاں

شکں در شکن ، چاک در چاک ، تنہ پر تریاں

اس اندر و فرقت پہ بھی ہیں نے نمدہ جہین سے اپنے لئے خضر پاک کا
نئے مستدم کیا ، ہیں نے اس کے ترانے ، اے پے

مرے پر ربط شوق نے ، بخودانہ و عن کی محبت کا اک آتشیں

راگ چھیڑا ————— :

آفتاق میں فتنے گونجتے ہیں

پایندہ رہے گا پاکستان

بہ ہزاراں رونق و رعنائی

تابندہ رہے گا پاکستان

یہ مملکت نوزائیدہ جسے خونِ جگر سے پالا ہے

یہ نقشِ جمیل جسے ہم نے اپنے ہاتھوں سے ڈھالا ہے

انوارِ سحر کی چھوٹی لو کا عالم تابِ احبِ لا ہے

یہ اُجالا رات کی ظلمت کو

پیغامِ صبح درخشاں ہے !

اُٹھو اسے پیندر کے منوالو !
نکشن میں جتنی بہاراں سب

وہ کہنے محال مسمار ہوئے اور ابھری سب تعمیر نئی
مانجی کے سہرے خوالوں کی اب ہوئے لگی تعمیر نئی
مناک اندر اٹھم بٹوا اور پھیلی ہے تنویر نئی

نئے دور کی آمد آمد ہے
فنکار نئے ، مینخوار نئے
تاریخ نے پلٹا کھایا ہے
آثار نئے ، اعصار نئے

پھر عزمِ جواں سے تازہ کریں گے ہم آئینِ محبت کا
ابنائے زماں کو دیں گے سبق پھر عالمگیر اخوت کا
ایشیاء و حق و صداقت کا اخلاص و ہر و مروت کا

اس آزادی کے پرچم کو
برہام پہ ہم لہرا دیں گے

اور پاکستان کی عظمت کو
برسنت و سُور پھیلا دیں گے

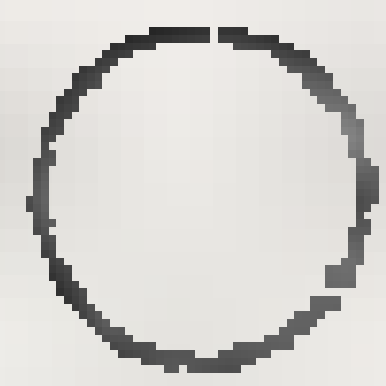
کُٹیاؤں کے بے نور دیوں کو ہم تنویر و ضیاء دیں گے
سب سرِ بفلک ایوانوں کے خونیں فانوس بجھا دیں گے
محروم نوا انسانوں کو ہم مژدۂ فکر و نوا دیں گے

یوں محو فکر و متائل سر بہ گریباں تُم کیا سوچتے ہو؟
وقتِ اندیشہ بیش و کم افکار میں گم کیا سوچتے ہو؟
یوں کھوئے ہوئے اے دانائے اسرارِ قَم کیا سوچتے ہو؟

اصنامِ باطل کو چھوڑو
زنجیر و سلاسل کو توڑو
انجام سے ہو کر بے پروا
اظہارِ تمستِ سرتا پا
ہر منزل پر شاداں فرماں
اقتاں خیزاں رقصاں جولاں

بے خوف و خطر بڑھتے جاؤ
 ہر رفعت پہ چڑھتے جاؤ
 اپنی تقدیر سے لڑ جاؤ
 اور جینے کی تدبیر کرو

آفاق میں نغمے لہرائیں
 پابند رہے گا پاکستان
 بہ ہزاراں شوکت و زیبائی
 نابند رہے گا پاکستان



آئینہ

عجب انداز کی حامل ہے طبیعت میری
خود مجھے اپنی اس افتاد پہ حیرانی ہے
مجھ کو تقدیر نے بخشا ہے مزاج رنگیں
مری تخیل میں نعمات کی بولانی ہے

مری باتوں سے مری زمزمہ آرائی سے
اکثر احباب نواسنج فغاں ہوتے ہیں
ان کو شکوہ ہے کہ گفتار کی پہنائی سے
ان گنت معنی سپیال رواں ہوتے ہیں

ذوق انگیز اشاروں کا سمجھنا مشکل
میرے اظہار مطالب میں ہیں صدمہ خام و بیچ
مرے افکار ہیں روشنی کی نکلت ہے
جس کے آگے چمن صبح کی شادابی بیچ

بارہا رندوں کو تفتین مجسم بن کر
میں نے سکھائی ہے پابندی آداب جنوں
کبھی کھولے ہیں جو اسرارِ طاسم گرداں
تو نگوں سار بوا اہل حسد کا افسوں

مری صفت سے مرے پو قلموں جیلوں سے
ہو گیا ایک زمانہ ما عیب و خنجر
کتنے اربابِ نشر و تاش گز ہیں
حلقہ در حلقہ ہوا دامِ فریب و تزویر

کتنے نیرنگ بہ آغوش ہیں میرے احوال
میری طبع متلون میں نہیں رنگ نبات
میں نے مغلوب گماں رکھا ہے ان لوگوں کو
مجھے کہتے ہیں جو درویش ملوکا نہ صفات

آہ یہ سادہ منش لوگ مگر پانہ سکے
کہ ان انوار میں ظلمت کی بھی آمیزش ہے
جن نگاہوں سے کہ تقدیس کی لو چھوڑتی ہے
ان میں اہرین و یزداں کی بھی آدیزش ہے

کون جانے کہ حجابات کا یہ دلدادہ!
جلوۂ حسن دلار کا پرستار بھی ہے
ادعا ہے جسے پاکیزگی داماں کا
دامن آلودہ بھی ہے اور ہوس کار بھی ہے

کون محرم مرے کردار کے اس پہلو کا ؟
کہ مری بات میں ابہام بھی ابہام بھی ہے
کون واقف کہ یہ ایشار و غنا کا داعی
صرف خود ہیں ہی نہیں خود سر و خود کام بھی ہے

سوچتا ہوں کہ یہ اندازِ نبھے گا کیونکر ؟
کیونکر اس کشمکشِ جاں سے رہائی ہوگی ؟
کیسے سلجھے گا یہ افکار و حوادث کا تضاد ؟
کیسے ظلمات میں پھر شعہ نوائی ہوگی ؟

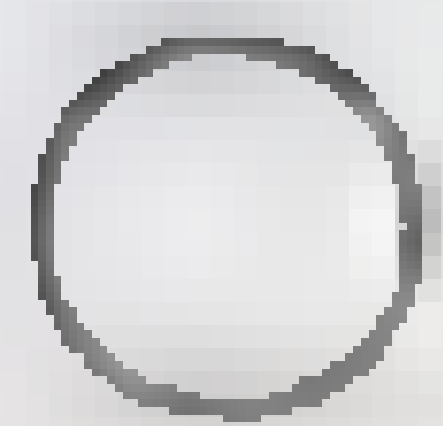
رُخِ تشبیہ و کنایہ سے حجاب اُٹھ جائے
ہو نہ جائے کہیں اسرارِ نہاں کی تشہیر
کب تک آخرِ عملِ کوتاہ و انکارِ دراز
کر ہی لوں ہو سکے گر فکر و عمل کی تطہیر

جیسے انکار نہیں حسنِ عمل سے لیکن
 دل و جہاں ہیں کہ ادھر بائیں و آمادہ نہیں
 لے ہی جاتا ہے انھیں جاذبہ گمراہی
 وحشت و وحشت میں جہاں رگزر و آبادہ نہیں

خانہ برباد خیالات کی شور انگیزی
 ہائے بیچارگی صبر و استمرار و تمکین !
 بزمِ عالم میں طرح طرح سے بہلاتا ہوں
 نہیں ہوتی مگر اس ذوقِ نظر کی تسکین

حرفِ اخلاص و صفا لب پہ مگر دل میں وہی
 خانماں سوزی ناموس و یقیں ہے کہ جو ہمتی
 میں نے ہرچند کہ تغیر کی کوشش کی ہے
 وہی کیفیتِ ناثاد و حزیں ہے کہ جو ہمتی

عرصۂ دہر میں ہر گام پہ پابندی ہے
 کتنے آدابِ گراں بار سے مجبور ہوئے ہیں
 کیوں بکھرتی نہیں خورشیدِ سحر کی کرنیں؟
 کب سے اس گنبدِ ظلمات میں محصور ہوئے ہیں



سائل نو

نو بہر جمع و بعد از نیاز آب و گل
سائل نو ہے یا کہ نیرنگ حشر و زلزلہ

سائل چیشی بزم عارف سے روئے جو پہلے
ہیں حشر و زلزلہ یا دینا خون بہ بار

مسترا وقت سے گزشتہ ماضی سوس
واژوں بہت نماند بہر کے نقش و نگار

روز و شب کا کارواں قطع منازل کر چکا
یا ابھی رخشِ تگاور ہو رہا ہے تازہ کار؟

موجِ نیساں کا ہیوئی ہے غبارِ رنگاں
مرقدِ شب سے ہوتی ہے صبحِ تارہ آشکار

ساغرِ دو شبنم بینائے سحر میں ڈھل گیا
جادۂ بزمِ صبحی بن گسیبِ تارِ خمار

بوجِ چکا لے خُفتگاں ! خورشیدِ تازہ کا طلوع
نالہٴ شبِ کیر کی لیکن وہی ہے گِرو دار

کون اقتضائے جہاں میں معدتِ گستر ہوا؟
حد سے گزری نخلِ بندانِ چین کی تار و مار

تلفتِ مرغومہ ہے غوکردۂ عہدِ عتیق
بندگاں مسکین و رسوا، خواجگاں عالی تنہا

جو ہر ادراک میں اغیار بازی سے گئے
ہم یہی کہتے رہے ماحول ہے نا سازگار

جن کی ہر موج نفس غورثید عالم تاب فقی
آج ان کے بام و دریں اور شب تاریک تار

جن کے دم سے انجمن میں شورِ نوشا نوش تھا
آج ہیں ماتم گسارِ گردشِ لیل و نہار

جراثیمِ رنداء کا مریبون ہے عرفان ذات
چاک ہے جمہور کے ہاتھوں قبائے شہریار

چھپ گیا اس شاہدِ مقصود کا جلوہ کہاں
وصلہ تمکین دشمن دل شہید انتظار

اب نکل کر رنگ و بو کے ریشمیں پیچاک سے
آگریں کشتِ وطن کو خون دل سے آبیار

کچھ جلال کبریا سے اکتساب فیض ہو
چشمِ نہ کی داستان کب تک کہیں گے بار بار

سالِ نو سے آکر ہیں تجدیدِ پیمان و وفا
کشتگانِ عشق کی ہر شے ہے وقفِ یارِ غار

یوں رہیں کب تک دُردی کشانِ بزمِ مے
ساتھیں ہیں ڈال لیں مینخانے کو مستانہ وار

دشت ہیں آوارہ اک مشتِ غبارِ ناتواں
یا تو منزل ہو سراپا، یا چراغِ رہ گزار

تیری فطرت مایہ دار لولوئے لالا بھی ہے
کر اسے لبّینِ صدف کو چیر کر آئینہ کار

تُو نے سیکھا ہے فقط اک آیتِ سوز و گداز
بے کراں ہے اے سخنِ ور! قدرتِ پروردگار

تیرے نغمے کتنے کم کوش و تنک پرواز ہیں
کس قدر محدود ہے حق و ہوس کا کاروبار

فکر سے وابستہ تہذیب و تمدن کا فروغ
فکر کی صیقل گری سے چوب سحر ذوالفقار

حُذُوت و ابداع سے پاتا ہے فن نشو و نما
مانگتی ہے خونِ دل تہ بندی نقش و نگار

جزر و مد رکت نہیں سرچشمہ فیضان کا
اکتساب فیض ہے پابندِ ظرفِ مے گسار

ہر طرف آفاق میں بیتابی اظہار دیکھ
دانہ دانہ لذتِ تخلیق سے ہے بیقرار

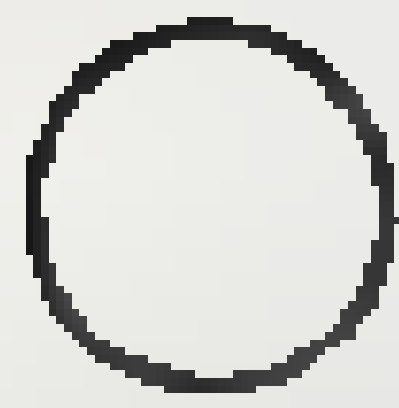
حسن ارزاں پھر مستاع گرمی بازار ہو
نیری خوشبو سے خجل ہو نافہ مشکِ ستار

کھینچ اپنے موقوفہ سے نقش ہائے رنگ رنگ
پیکر تصویر عالم تباب ہو خورشید وار

لجن داؤدی بھی ہو آہنگ رستائیں بھی
ممکنات زندگی کا شعر ہو آئینہ دار

ارضِ پاکستان ہو آفاق ہیں والا گھر
سلکِ مرواریدِ گردوں اس کے طالع پر نثار

خالد و فاروق کی یادوں کو پھر تازہ کریں
خالقِ تقدیرِ عالم ہوں گدائے خاکسار!



مرکالمہ

”یہ ناتواں جو سب رہگذار بیٹھے ہیں
قمارِ زیست میں ہر داؤ ہار بیٹھے ہیں

ستیز گاہ سے روپوش و رُوسید ہو کر
نجانے کس لیے اب سو گوار بیٹھے ہیں

رمِ حیات کی گرمی نہیں رگ و پے میں
اسیرِ کشِ کشِ انتظار بیٹھے ہیں

انہیں گلہ ہے اگر، ہو گلے سے کیا ہوگا
یہ لوگ اپنا زمانہ گزار بیٹھے ہیں

حریف گردش لیل و نہار ہو نہ سکے
شکست خوردہ ہیں سینہ فگار بیٹھے ہیں

جب آئے بزم شہانہ سے نامراد آئے
سپیدہ دم یہ مجسم حصار بیٹھے ہیں

فریب کھا گئے آخر نگاہ پر فن سے
یہ ہوشیار جو دیوانہ وار بیٹھے ہیں

یہ تیز کام بڑے عزم لے کے اٹھتے تھے
پر آج کاکل گیتی سنوار بیٹھے ہیں

بساط دہر پہ اس طرح مات کھائی ہے
نشاط روح کا سرمایہ ہار بیٹھے ہیں

نترے حریم طرب میں نزولِ مستی و کیف
نوائے بانوئے نابید و نعمتِ زہر

بتانِ سیم تن و لُبتانِ زریں تاج
زمین پہ فٹافٹ اُترا ہو جیسے انجم کا

مالِ ذوقِ نظر تجھ پہ آشکار نہیں
تری ہو کس کو ہے صہبائے خام کا سودا

شکست و فتح تو معیارِ ذوق و شوق نہیں
شکستہ پا ہیں تو کیا حوصلہ نہیں ہارا

ہمیں ملا ہے جہاں سے جہاں کا سوز و گداز
اسی تڑپ سے رہیں گے ہمیشہ شعلہ نوا

برہنہ سر تو ہیں پر ہیں رقیبِ گردشِ دہر
یہ خاکسارِ جہاں ، بے نوا ، دریدہ قبا

ہمارے جیب و گریباں ہیں چاک ، چاک سہی
ہم اپنے جیب و گریباں کے چاک سی لیں گے

حیات تلخ سہی ، نوشش انگبین نہ سہی
ہمارے کام و دین دردِ زسیت پی لیں گے

حریر و شمس و دیب کی آرزو ہی نہیں
ہمیں تو بیٹا ہے خاشاک و شمس پہ جی لیں گے

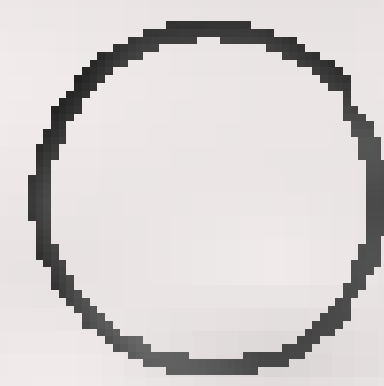
چراغِ را بگذر بجھ چکا ہے ، بجھنے دو !
دل و نظر کے چراغوں سے روشنی لیں گے

رہ و فنا میں بہر کام ہیں نشیب و فراز
بڑھے گئے تو نشیبوں کو پاٹ ہی لیں گے

حصارِ غم کی دیوار سخت ہے لیکن
گے رستہ تو یہ دیوار چاٹ ہی لیں گے

نشاطِ فکر و عمل کی جنوں نوازی سے
 غم جہاں کے کڑے کوس کاٹ ہی لیں گے

ہمارے جیب و گریباں ہیں چاک ، چاک سہی
 ہم اپنے جیب و گریباں کے چاک سی لیں گے



اول شب

اکثر شب خاموش ہیں
 اک عالم مدبوش ہیں
 قلوب حزیں کی دسترکنیں
 جب پرسکوں ہو جاتی ہیں
 اور پسوئے بے خواب ہیں
 تھک بار کر سو جاتی ہیں
 دور آسماں پر چاند بھی
 تاروں کے مرمر زار ہیں

محبوب آب و تاب سے
 کرنوں کا برساتا ہے نور
 جب ہر طرف خوابیدگی
 زہرہ کے نغمہ زار سے
 نوریں روا کی شکل میں
 آتی ہے اور چھا جاتی ہے
 اس وقت میرے ذہن میں
 جلتی ہے اک دیپک کی جوت

گزرے ہوئے ایام کے
 کچھ گنگنا تے ستارے
 آکر جلاستے ہیں دسبے
 اور اپنے بچپن کی حبیبیں
 اُجلی سنہری یاد میں
 یک لخت کھو جاتا ہوں میں
 نقش و نگار رنگ تھے
 فردوس بر روئے زمیں
 اک زشگفتہ نو نہاں

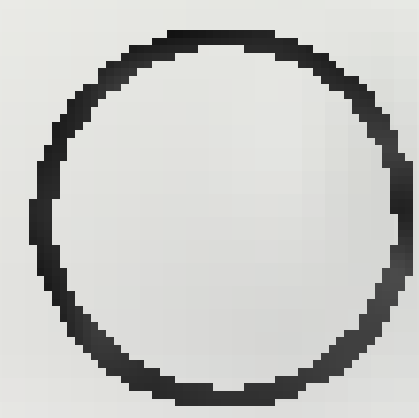
کلبہرک پیسکر، خورد سماں
مستل غزال خوش خرام
چابک سوار جمع و شام
نفسن نجستہ کام سے
سرمایہ اندوز بہار
فطرت کے اسرار دروں
جس کی فطانت پر نشر
سود و زریاں ہیں غوطہ زن
ہونا ابھی سبکھا نہ تھا
جب مصالحت کے داغ سے
دامن مرا مہیلا نہ تھا

کیا دور تھا طفلی کا دور!
سوزِ نفس سے گرم تر
موجِ سحر سے نرم تر
سبکِ مرورِ وقت پر
لے دن! کیا سبے تڑنے غور؟
کیا میسر لبِ میہی زباں

اب بھی فریبِ وقت سے
 ہیں مصلحتِ نا آشنا؟
 کیسے توتلے اظہار کی
 باقی ہیں وہ بے باکیاں؟
 کیا اب بھی دیکھا ہے کبھی
 غورِ شیدِ عالمِ تناب کو
 آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
 جیسے لڑکپن میں اسے
 تم دیکھتے تھے بار بار؟

اے چاند! اے جوتے رواں!
 تیرے چمکتے چہرے میں
 ہے کس قدر میٹھا سکون!
 بادِ بھری گھمبیرِ تناب
 اے آسماں کے دیوتا!
 اس سوچ اس احساس سے
 افسردہ ہو جاتا ہوں میں
 تھک مار کر کچھ دیر بعد

یادوں کی چادر اوڑھ کر
 خوابوں میں کھو جاتا ہوں میں
 اکسٹر شب خاموش میں
 کرنوں کی نرم آغوش میں
 رس پنی کے سو جاتا ہوں میں!



رانی باغ (حیدرآباد)

ملکِ نشاط ، شہرِ طرب ، کوچہٴ مراد
ذوقِ جفا طراز میِ خواباں سے لالہ زار

اک نو بہارِ ناز کی مشاطگیِ ناز
اوراقِ کاخ و کو کے حواشی سے آشکار

مصرفِ بندوبست تھے ایامِ فروویں
گلنار تھے نہالِ تمنا کے برگ و بار

سطحِ زمیں پر ساحتِ گردوں کا تھا گماں
اک کاروانِ گلِ تھے پری پھرگاں نگار

ایسے میں ایک شام جو نکلے پئے خرام
مست مئے شبانہ و سرگشتہ خمار

چھپتے پھراتے کنجِ چمن میں پہنچ گئے
رختِ مہیا بھی جس کی لطافت سے داغدار

فیضِ نو سے خوشہ پرویں تخی گلِ زمیں
پتھولوں سے زرنکار تھا دامنِ شامسار

کچھ پھول چُن کے زینتِ داماں بنا لیے
وہ پھول جن سے لعلِ بدشال بھی شرمسار

نورِ شید وار ، دستِ خناتی کے لمس سے
بیدار ہو گئے گل و ریحان و کوکسار

کچھ اور بڑھ گئی حشم کا کل کی برہمی
کچھ اور تمنا اُٹھے دیکھے ہوئے عذار

مشرکوں کے زیر سایہ غم آرزو تپسوں
کیفیتِ بدن میں رگِ تناک کا فشار

اک جنس عجز جس کی بہا دولت فراغ
اک نیم ناز جس پر زہر زندگی نثار

گلگشتِ ناز سے جو روشِ باغِ باغِ شنی
اُگتے ہیں اس مستام پہ لالے جگر فرگار

شرمندہ تہن سے تنہا شبِ مہتاب کا فروغ
جن سے خیل تھتی مخملِ دو خوابہ بہسار

جن میں بسی ہوئی ہے ترے سانس کی شمیم
جن میں رچا ہوا ہے ترے جسم کا شمار

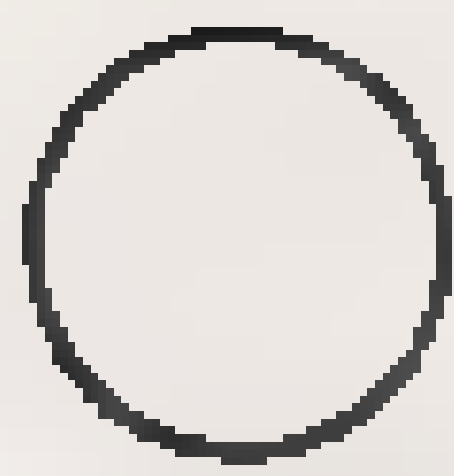
یمن قدم نے جن کو زرب ناب کر دیا
اب تک ترس رہے ہیں کسی کو وہ رہ گزار

اعجاز تھا کرشمہ تھا کوئی طلسم تھا
جذب گریز پا کے تعاقب میں بے قرار

دیوانہ وار پھرتا ہے اس سرزمین پر
سرخیل عاشقاں، منے دوشی کالائے خوار

یادوں کے باسی پھولوں سے دامن جبر سے ہوئے
وحشت عزام غم سے اندوہ انتظار

مجنوں سے ملتا جلتا کوئی نماں خراب
خال کے نام کا کوئی آوارہ دیار !



در غنفلوانِ جوانی.....

کبھی لمسِ سرِ مشراب سے نغمات کا سیل
 پیوٹ بہتا تھا ترے بر لبِ مستانہ سے
 جب گراں باری جذبات سے بیخود ہو کر
 پھول - انگارے نکلتے لبِ دروانہ سے

خواب آلود نگاہوں کے جیا بار پیام
 دل بیتاب کی دھڑکن کے اہیں ہوتے تھے
 خلوتِ ناز کے سرِ جوکشِ خماریں افسوں
 کتنے بیگانے مگر کتنے قریب ہوتے تھے

۱۰۰۱
دل خیاباں تھا ترے جلوؤں کی آرائش سے
تیری خوشبو سے مہکتا تھا جنوں کا مہرا
گردشِ شام و سحر رک سی گئی تھی شاید
سحرِ بابل ہی ترے سامنے شرمندہ تھا

وہی دل ہے وہی مضمون وفا ہے لیکن
جو شکن کا کل پیچاں میں ہے برہم تر ہے
اب شکر خند باندازِ ہارا ہے فقط
وہ نوازش کہ دل زار پہ تھی کم تر ہے

وہ نظر جس نے سرافراز کیا تھا مجھ کو
آج کہتی ہے کہ رسوائے سرِ عام نہ کر
بجسوں جا عہدِ تمّت کی بہاریں یادیں
تھا وہ اک خواب - نظارہ مجھے بدنام نہ کر

نشہ بادۂ احر میں نہ سوچا میں نے
 ٹوٹ جاتے گاترے مہر میں جلووں کا حصار
 آشنا یا نہ پر اسرار نگاہوں کا طلسم
 کبھی ہو جائے گا سر جادۂ نسیاں کا غبار

میں نے چاہا بھی اگر کچھ کو بہ نادانی شوق
 جرات آموز تمنا تھی تری پریش ناز
 نہ رہا حرف جنوں حسدِ ادب کا پابند
 لبِ وارفتہ کی لرزش سے ہوا تھا آغاز

حسنِ پرکار تھا آخر مستون نکلا
 عشقِ سودائی تھا یک دانہ دل ہار گیا
 آج اس دل پہ ہے الزامِ فریب و حشت
 جو تری حبسِ وہ گہ ناز سے خونبار گیا

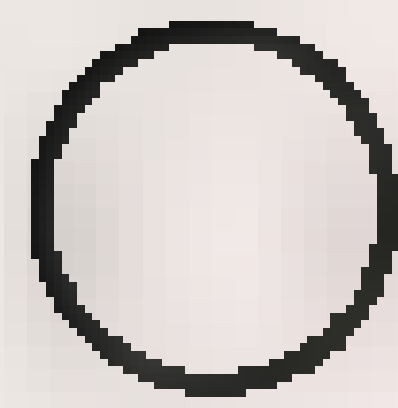
میں ان ایامِ چراغاں کو جُھلا دوں کیسے؟
 کہیں پھونکوں سے چراغِ گل تر بجھتا ہے؟
 صلہٴ حُرمِ تمنا ہے دوامِ کلفت
 ملتب ہو کے کہیں سوزِ حُجرِ بجھتا ہے؟

گو مرا شوقِ تری بزم سے ناکام آیا
 اور ناکامی کے احساس سے دلگیر بھی ہے
 پھر بھی مہنون ہوں اے جلوۂ رمِ آمادہ!
 اس میں اک شائبہٴ خوبیِ تقدیر بھی ہے

تیسرے افسونِ نگاریں نے بعنوانِ گریز
 دل کو احساس دیا آنکھ کو بینائی دی
 میسر افکارِ تنک مایہ کو رفعتِ بخشی
 مرے وجدان کو آفتاب کی پہنائی دی

سُگ اُٹھتی ہیں تری یاد سے ویراں راتیں
 کہکشاں تاب ہے محفل مری تنہائی کی
 کتنا مشکل تھا غمِ عشق سے جانبر ہونا
 دلِ پُرخوں نے غمِ جاں کی پذیرائی کی

شوق کو نشنگی کام و دہن ہے ہمیز
 نامتائی سے عبارت ہے کم و کیفِ شہود
 زخمِ درد سے کھلتا ہے گلِ نغمہ کیف
 کیمیا بنتا ہے تپ تپ کے مسِ خامِ وجود



واسوخت

یہ کس معنی میں تنش نوا نے چھیڑ دیا
افت کے پار کہیں زمزمہ تمنا کا؟

اک ارتعاش ہوا دل میں جب بہ کیف تمام
فضا میں نغمہ اندوہیں بلند ہوا

یہ کس کا حسن مجسم سوال ہے پھر سے :
ہجوم نغمہ و گل میں تو مجھ کو بھول گیا؟

نشاطِ رفتہ کی موبوم رہزاروں میں
پکارتی ہے کسے بوستے نرگس شہلا؟

یہ کس کی تمکنتِ نازِ منفعل ہو کر
ادائے شرم سے کہتی ہے ماجرا دل کا؟

کہاں پہ کھو گئی تاثیرِ چشمِ پُر فن کی؟
کہ اب نہ ذوقِ طلب ہے نہ امتحانِ وفا۔

مرے سکوت سے کیوں اے بہشتِ نظارہ!
رہینِ یاس ہے تیرا جمالِ روزِ افروز؟

حکایتِ غم و اندوہ خوشگوار نہیں
وگرنہ کیفیتِ قلبِ تجھ سے کہ بھی دلوں

وہ رنگ و نور میں ڈوبے ہوئے جمیل نقوش
وہ تیسرے جسم کے رنگین و مرمریں افسوں

تری عینِ نگاہوں کے وہ فسانہ شوق
بلوغ و دلکش و مبہم، لطیف و گونا گوں

تری لطافت و سطوت، نزاکت و تمکین
وہ التفات و تغافل کے جلوے پُر قلموں

حسین لبوں میں مے ناب و آتشیں کا سرور
گداز بابوں میں تسکین اضطرابِ دروں

اک التجائے خفی، اک ادائے اشتہارِ عام
تری نگاہ کے خاموشی اُن کے پیغام

حدیثِ راز کی سرستیوں میں کھوئی ہوئی
وہ قربتوں کی حلاوت وہ عیشِ برقِ خرام

یہی اثاثہ ہے میسرِ دیارِ حرام کا
متاعِ عشرتِ آفتاب و حسرتِ انجام

اسی سے روشن و رنگیں ہے شامِ غمِ اے دوست
اسی سے مجھ کو گوارا ہے کلفتِ ایام!

تو میری چُپ کو سمجھتا ہے رنجشِ بے جا
میں سوچتا ہوں کہ تیرا جمالِ رسوا ہے

لطیف و شوخ ہیں جنِ ملیح کے انداز
پر ان سے خواہشِ تحسینِ عام پیدا ہے

سپردگی بھی تنوں بھی برہمی بھی ہے
ادا ادا میں نئی رمز ہے اشارا ہے

گل شکفتہ فغاں سنج ہے کہ تیری نگاہ
منسرب غوردہ رنگینی تماشا ہے

وہ پاسداری ناموس خلوت محبوب
نکل کے نافہ آہو سے مشک صبحا ہے

ترے جمال کے پرتو سے جو گل افشاں تھی
وہ سوز و ساز کی محفل چراغ کشتہ ہے

تو دل نواز ہے پر تیرا حُسن بزم آرا
وفا کی جنس گرامی سے ناشناسا ہے

نہ ڈھونڈھ مجھ کو گلستاں کے کنج خاوت میں
کہ دل پذیر نہیں تیسرا عشوہ پرکار

جہاں پہ تھیں ترے جلووں کی نزہتیں آباد
جہاں پہ ٹھہرے بداماں تھے سیہمگوں انوار

وہ رقص گاہ و شبستاں میں نور سے محروم
وہ مرغزار و خیاباں میں وحشتیں بکسار

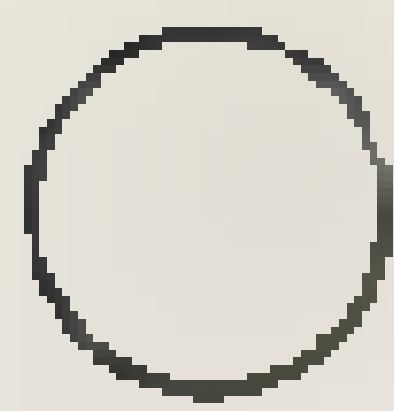
چراغ بجھ گئے ، خاموش ہو گئے فانوس
الجھ کے رہ گئے تیری نگاہ کے اصرار

رباب عیش و طرب پر ترانہ سنج نہ ہو
کہ جاں نواز نہیں تیسرا نغمہ سرشار

نہ پوچھ جنتِ گم گشتہ کی بہار لے دوست !
ہمار جنتِ گم گشتہ ہے خزاں آثار

غمِ حیات کی رابوں میں گھامِ فرسِ بنوں
 کہ سازگار نہیں مجھ کو نرہست گلزار

حریمِ شوق میں اب میسر انتظار نہ کر
 نگاہِ ناز کو منت کشِ خسار نہ کر!



ذکر و فکر

یاد ایام کہ تھے لالہ رخوں سے پیمیاں
ہائے وہ بھوش بہاراں وہ جنوں کے ساماں!

گنگنائے جوتے لمحات کا پُر سوز سرود
مشریت صحبت خوباں کا گداز پنہاں

دیدہ و دل کے بدلتے ہوئے دوش و امروز
خلشیں سوز دروں کے متغیر عنوان

منزلیں بے خودی کی ، مرحلے رسوائی کے
 قربتِ سنگ و جہیں ، وصلتِ جیب و داماں

خاں مشکیں سے کبھی رخصتِ صبر و تمکین
 نفتدِ ایاں کبھی رعنائیِ مستد پر قرباں

کبھی سودا حشمِ کاکل کی گرہ گیری کا
 کبھی آشوبِ حُبِ گر ، شوخیِ چشمِ حیراں

ہر دو جانبِ کبھی بیگانہ وشی کے انداز
 کبھی ہر ہوشیِ آغوشِ یں یک پیکر و جاں

کار و بارِ بوس و شوق کے چرچے دن رات
 کبھی نوشِ لبِ لعلیں ، کبھی نیشِ مرزاں

شعلہٴ کرمکِ شبِ تاب و چراغِ شبِ ماہ
 یعنی ہر کام پہ فنا نوسِ جمالِ افروزاں

اب بھی یاد آتے ہیں اکثر شب تنہائی میں
دوش و بازو پہ کسی شعلہ بدن کے احساں

ہائے کیا دن تھے کہ آباد تھا ویرانہ دل
حاصل عمر رواں تھے وہ مہ و سال جواں

اب بھی ہو سکتی ہے آرائش کا شانہ دل
اب بھی مائل بہ کرم ہیں لب و رخسارِ بناں

بسکہ دل سوز ہیں اب بھی یہ حکایاتِ جنوں
وہ جگر کاوی و سوزِ دلِ مرخوم کہاں؟

ذوقِ پرور نہیں افسوںِ خد و خال کا ذکر
نکستِ پیرِ زن و آتشِ سیال کا ذکر

بھڑک اُٹھتے نہ کہیں آتش رفتہ پھر سے
پھر کیا تو نے کسی شوخ جواں سال کا ذکر

تو سن شوق نئی راہ چہ پیل نکلا ہے
آ نہ بنائے کہیں اس جاہ پاماں کا ذکر

اور بھی فرصت ہستی کے ہیں مسرت کتنے
ہم نشین چھڑ نہ گزرے ہوئے احوال کا ذکر

آشنا ہوں نئے نغموں کے ہم وزیر سے گوش
کیوں نہ چھڑیں نئے سرگرم نئے سرتال کا ذکر

کب سے بے لذت پرواز ہیں مرغان اسیر
آ کریں سوختہ جانوں سے پرو بال کا ذکر

ذوق باغی ہے روایت گل و بلبل سے
کون سننا رہے ماضی کے فرو فال کا ذکر؟

غمِ کینتی غمِ باناں سے کہیں بہا ہے
آہ یہ رنجِ گراں جس کا مداوا نہ ہوا!

عرضہ ہمد و طلب میں غنم محرومی کا
یادِ ایام سے درماں کبھی ہو گا نہ ہوا

عارض و لب کی حلاوت سے بھی چاہا اکثر
کبھی تدبیرِ الم ہو مگر ایسا نہ ہوا

ذکرِ محبوب سے کیا دل کی تسلی ہو گی؟
وصلِ محبوب سے بھی درد کا چارا نہ ہوا

کس طرح باندھے کوئی سخن سے پیمانِ وفا
سخن ہی جب سپرِ ضربت تیشہ نہ ہوا

ان سہاروں سے مٹی پر نہ مٹی تلخی زینت
شوقِ کس کس طرح اس کو چے ہیں رسوا نہ ہوا

خشن و الغت کی حکایات و لاویز سہی
لیکن ان سے کبھی آساں غم فردا نہ ہوا

آج رگ رگ میں ہے بیتابی احساس نو
آتشیں لذتِ تخلیق سے ہیں کوہ و دمن

دیدہ و دل کے حجابات کہن چاک ہوئے
فکر و احساس نے اوڑھا ہے نیا پیراہن

رات کی تیرہ فنا اس سے پھل جاتے گی
نورِ خورشید سے رنگیں ہے سحر کا دامن

لیکن آثارِ حنا دیدہ کہن باقی ہیں
تشندہ خوں ہے ابھی کش کش دار و رسن

قصۂ عنسہم اسی عنوان سے یا جانا ہے
خوشچکاں ہے ہی انداز سے پوئے گلشن

وہی صیاد کیاں گہ میں وہی دانہ و دام
وہی واماندگی شوق ہے منسوم چمن

وہی فسوں ہیں وہی تیلہ گری کے شبنم
دشت تاتار ہیں حیراں ہیں غزالانِ نخل

نغمہ و شعر ہیں پابستہ زنجیر جنوں
خونِ آشام ہے پامالی سرور و سوکسن

وادی زر میں سراپہمد ہے غارائے ادب
کوئے تزویر میں آشفٹ ہے زرینہ فن

جزر و مد مربوط گیتی کے حزیں نغموں کا
میسر آئینہ افکار میں ہے عکسِ فلک

شعلہ زن سے رگ الفاظ میں خوناب جگر
تجربہ گاہ حوادث میں پلاسے مرقن

کب تلک کرتے رہیں ہرج اسالیب قدیم؟
وائے برکشیدہ فرمودہ ابنائے زمین!

کب تلک شاہدِ نغمہ پہ سلاسل کی گرفت؟
کب تلک قسمتِ افکار میں زنداں و کفن؟

عرصہ دہریہ میں نغموں کو پر افشاں کر دیں
لیلیٰ شعر کی زلفوں کو پریشاں کر دیں

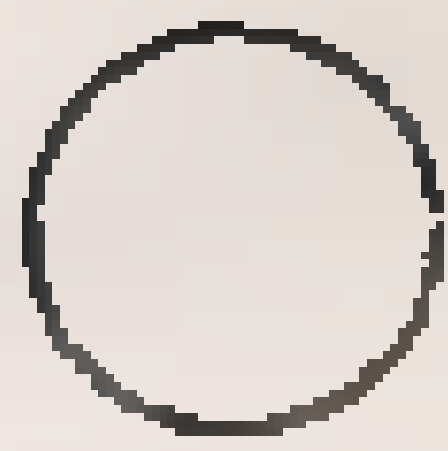
ذوقِ تخلیق سے کر لیں نئی دُنیا تعمیر
شوقِ تخبِ دید سے صحرا کو گلستاں کر دیں

بخش دیں ذرّہٴ ناچیز کو خورشید کا سوز
گُل پڑ مردہ کو رشکِ دُر و مرجاں کر دیں

حُسنِ کاری کو کریں قدغنِ بے جا سے رہا
اور فنِ کار کو تفتدیرِ ہداماں کر دیں

بزمِ آفاق ہیں برپا ہوں وہ اقدارِ حیات
پیر سے جو عظمتِ انساں کو نمایاں کر دیں

یادِ ایامِ کے جاؤ سے نکل کر خالِ
زورِ کردار سے افلاک کو رقصاں کر دیں!



بہار و خزاں

بہار آئی

مشام جاں کو خوشبوئے نگار آئی

سُنہری کو نیلیں چھوٹیں

درد دیوار پر بیلوں نے تانی اہریا چلن

بھرے پھولوں سے خوبانِ چمن کے شبنمی دامن

ہوائیں گنگنائی ہیں بجاتے ہیں درخت ارگن

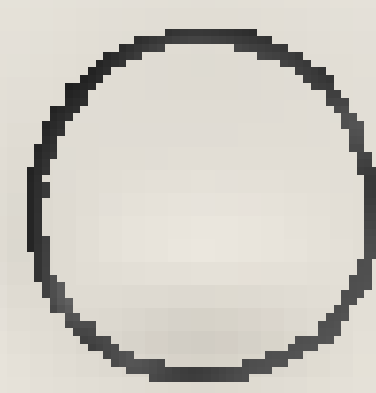
کراں سے تاکراں شاداب فصلیں لہلہا اُٹھیں
 تشکر سے نگاہیں ڈبڈبا کر منسکرا اُٹھیں
 لکیریں بگی پیشانیوں کی قسمتھا اُٹھیں
 سہر صحر اسمن زاروں کا گلزاروں کا منظر ہے
 زمین کا چپہ چپہ رشک اور اقی مصوّر ہے
 کسانوں کی کٹھن کڑیل مشقت بار آور ہے
 (مشیت رزاقول سے اولوالعزموں کی پاور ہے)
 بساط فرش پر سبز سے کی سبج و سبج روح پرور ہے
 زمیں سے نافہ نافہ چھوٹی مہکار میں کھو کر
 جواں جذبات کی ہلچل سے سرمست نوا ہو کر
 فضاؤں میں تمھارا نغمہ لہرایا

گر سنہ چار پاؤں نے وہ سبزہ کھا لیا ہمارا
 درانتی کے تریس و تیز دانقوں نے
 زمرد فام فصلوں کو چبا ڈالا

بیا ہے غافلہ پیہمنت رُست کی آمد آمد کا

خسزاں آئی

اور آئے ہی لباس رنگ و بو کو نوچ کر اس نے
 چمن کے سبز پوشوں کو سراپا کر دیا تنگا
 (بھری محفل میں خوش قامت ہوئے رسوا)
 زمستان کی اداس افسردہ کھڑی فضاؤں میں
 بدن کو چیرتی بے مہر برفیلی ہواؤں میں
 تھارے آتشیں نمنوں کی مٹانہ نوائیں
 اب بھی اُبھریں گی؟



اخترشناسی

لنگار خانہ سبتہ سطح سپر مبینائی
 ہر ایک شے ہے مشیت کی رمز و عقد و راز
 بچوم فکر سے دل موج و کش لرزتا ہے
 کہ نشیہ نازک و سہا سہ آہگینہ گداز
 اسیر ملت و مسائل ہے نور ہنسر
 کشور باب ظفر کی کبیر سبتہ تگت و تاز
 ہے کو بکن کے لیے زندگی عذاب الیم

بغیض جلوة شیریں ، نگاہ پر فن میں
 ہزار لعبت رنگیں ، ہزار پس بکر ناز
 اُٹھے جو مند مردم سے ہر فگندہ نقاب
 ابھرنے دینے لگے نیم رس نشیب و فراز
 زمیں بچھاتی ہے قدموں میں فرش لالہ و گل
 سپہر بنتا ہے طلسمی پے و سادۂ ناز
 کھلا جو ضربت تیشہ سے باب بوقلموں
 قطار بستہ بیوے جھکے برائے نیاز
 حرمِ شن کا پردہ عیب اللہ ہے
 کسی کا راز دروں آشکار ہوتا ہے
 فقط نگاہ پہ ہوتا ہے فیصدہ دل کا
 رہاغ دار نہیں لیتے مشورہ دل کا
 ہذا شعبوں کو یہ آتی ہے چاہ بابل سے
 فسوں ساعد و ساق و کنار و کاکل سے
 کوئی فرشتہ تو ماروت ہے کوئی ہاروت
 خرد ذیب ہے نیرنگی صعود و صبوط
 ازاں سے لازم و ملزوم ہی رجا و قنوط

خدا کے بندوں کی دھماکا ہے دعائے قنوت
 کہ ہے یہ خاطر مجموع و مطمئن کا ثبوت
 فرازِ چرخ سے جاری ہے سبیلِ سکوت
 و راستے حدِ خود ہیں لطائفِ لاہوت

ہیں تارے اس طرح آئینہ بندِ چرخِ بریں
 کہ جیسے عربدے دنبالہ گردِ چشمِ علیل
 نسیم جیسے خراماں فضا سے گکشن میں
 عکس کا جس طرح اندیشہ قلبِ رہزن میں
 کچھ اس سلیقے کی ترتیب انتشار میں ہے
 کہ جیسے زلف کی خوشبو صبا کے دامن میں
 کہ جیسے پتے پر اگندہ گھر کے آئین میں
 کہ جیسے غم زدہ بیتا کنارِ راون میں
 کہ جیسے ذہنِ مفکر میں ارباب و یقیں
 ضمیرِ نغمہ سرا — شاد و مستمند و غمیں
 جہاں خیال کے پسپہ بنائے جاتے ہیں

تعیّنات کے پردے اٹھائے جاتے ہیں
 بہ دست ہائے خائبہ بکڑ معنی کو
 مئے ظہور کے ساغر پلائے جاتے ہیں
 مجسمات صداقت، بستانِ وہم و گماں
 شبانہ روز سنوارے سجائے جاتے ہیں!

یہ دُپ اکبر و اصغر۔ یہ طارق و جوزا
 جنہیں سموڑ لانی کہیں اگر تو بجا
 چاریوں کا دوالی کے جیسے جھگھٹ ہو
 کھلی منڈیروں پہ ہنجویوں کا جھرمٹ ہو
 دو آب بست جلدھر کا کوئی پگھٹ ہو
 سہاگ رات کسی کامنی کا گھونگھٹ ہو!
 سماں بسنت کا ہے کہکشاں کے ٹاپو میں
 کہ تالامار میں تہوار ہے چراغاں کا
 مچی ہے چار طرف دھوم رہیں لیلہ کی
 کہ پھاگ کھیتی ہیں گوپیاں کنہیا کی

تدم غشّوہ و غنج و دلال و بوس و مساس
 کہ میگر دوت میں جیسے خیال کالی داس
 کنارے گوکل و گنگا کے جیسے جل پریاں
 اداسے دلیری سے غسل آفتابی کریں
 فضا کو عکس رخ و ران سے گلابی کریں
 نمارِ چشم سے ہر شخص کو شرابی کریں
 گھٹپے گندی پنڈے دھکتے کندن سے
 کچوں کے گھاٹ پہ پھریں سفینے جوین کے
 کہ بس طرح کوئی سنجوگنا سوئمبہ میں
 لگاہ شوق کو گستاخیوں کی دعوت دے
 کہ شبام نام سے رادھا کے من میں جوت جلے!
 اودھ کی شام کہ دربارِ جہانِ عالم کا
 بے جس میں ہمہ اندر بھٹا کے سرگم کا
 اُڑن کھٹولوں پہ جس طرح الپسراہیں ہوں
 سنہرے نشانوں پہ اڑتی ہوئی گھٹائیں ہوں
 کہ چاہ دل میں پرو بہت کے دیو داسی کی
 میان ترک و طلب کش مکش پلاسی کی

بجا رہی ہے پیانو یہ کون مہ بانو؟
 دمِ سماع نکلتی ہے جان سینے سے
 روایتے بود از لبِ رحیقِ مختومش
 حکایتے بود از رخِ شقیقِ نعمانش
 برخِ نقابِ چہ بند کہ از فروزشِ رنگ!
 درونِ جامہِ توان دید نیز عریانِش!

جوانِ رات میں جذبات جھنجھٹاتے ہیں
 شبوں کے راجِ دلارے سجھا سجاتے ہیں
 نکل کے کیفوں سے شعر و سخن کے متوالے
 مستندرانہ پُر اسرارِ شاہراہوں بدر
 بیادِ حسنِ بٹاں ، دھونیاں رمانے رہیں
 کٹوارے رازِ دلوں کے لبوں پہ آتے ہیں
 کہیں ترانے بھی طنبورے میں سماتے ہیں؟
 بیکِ پیالہ مے ، حدِ حجابِ بر خیزد!
 یہ آسمان بھی دیوانِ شوق و سہرت ہے

ہر اک ستارہ ہے گلزارِ رنگ و عنائی
 ہے آشکار کچھ اس طرح ذوقِ پیرائی
 کہ عنفوانِ جوانی کی سینہ زوری ہیں
 ہو چہرہ لال بھوکا کسی پری رو کا
 نسیم جیسے گراں بار اپنی خوشبو سے
 مہ تمام میں منظرِ جوار بھائے کا !
 ہر اک ستارے میں آباد ہے جہانِ طلسم
 روشِ روش ہمہ رامش چمن چمن ہمہ رنگ
 میانِ شوق و پرستش ہزار ہا فرنگ
 جمالِ یار نہ ننخشے احبازتِ اظہار
 تو شوق سینے میں اس طرح بے قرار نہ ہو
 عنال گتہ تراز ابرِ نوہسار نہ ہو
 حریرِ فکر ہے یوں ہر فرد میں سو رنگ
 کہ جیسے ساحلِ دریا پہ لعبتِ فرنگ
 چو سر نوشت مرا کلکِ کردگار نوشت
 خطِ غلامیِ خوابانِ روزگار نوشت

اگر بہ دل نہ غلڈ بہ چہ از نظر گزرد
 زہے روائی عمر سے کہ در سفر گزرد!
 نیاں — داری و کوہ و کمر ہیں آوارہ
 منتظر کا بے در و دیوار گھر تلاش کرے
 رہ وٹنا ہیں کوئی ہم سفر تلاش کرے
 جہاں متاع تمنا کو خوف دزد نہ ہو
 بچارہ ایسا کوئی مستنصر تلاش کرے
 کہ جیسے کوئی فروشندہ عطر عنبر کا
 پیالہ سے کئے گدائی کا کوچہ کوچہ پھرے
 کہ جیسے کوئی اریب اردوئے معنی کا
 عیسار طبع خریدار دیکھ دیکھ کرٹھے
 سنا سبے حیرتی کائنات سے ہم نہ
 کہ احتیاج زر تاب کو مصاص کرے
 سمور و سرمہ کو شکستہ و پلاس کرے
 پتنگا شمع سے جہل جہل کے اہتاس کرے
 شہید ناز کہاں دعویٰ قصاص کرے؟
 کہ اس جہاں کے کسی چارہ گر کے پاس نہیں

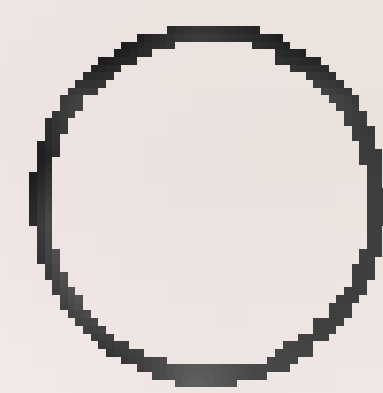
دوائے دردِ محبت ، علاجِ ذوقِ جہاں
 کہ لکھ دیا ہے اسے بُوعلی نے داءِ عُضال
 بیا کہ پرورۂ گلِ زیرِ ہفتِ حنائے چشم
 کشیدہ ایم بہ تحریرِ کارِ گاہِ خیال

مثالِ مالِ دریا و حالِ مُتَشَقِّقِ ست
 دہند شوقِ ولے رخصتِ نظر نہ دہند
 اگر کہیں سے الہِ دین کا چراغ ملے
 ارم کی جنتِ گم گشتہ کا سراغ ملے
 شکستہ — کوئی پہلو میں مستدارا ہو
 کوئی رمیکہ بہ ربطِ پہ نغمہ پیرا ہو
 نگارِ ارمی کوئی ، کوئی مدھو بالا
 کوئی سلومی و سیفو ، کوئی قلو پطرہ
 زمیں پہ بیٹھے ہوئے خلد کا ہو نظارہ
 طلوعِ شامِ دل آویز و نیس و پیرس
 ہو جس میں رونق و رنگِ کراچی و لاہور

چلیں یادِ حریفان شرابِ ناب کے دور
 سگتے بجھتے جھروکوں سے جھانکتے چت چور
 سہل سڈول بدن کام روپ من کے کٹھنور
 قدم قدم پہ مستابیل سہیلے سینہ زور
 شکم برنگِ صدف ، چھاتیاں نیکیلی نکور
 کچھ اس قبیل کی نرمی خرام ناز میں ہو
 کہ جیسے چوٹ پہ کرتے ہیں ہلکے ہلکے ٹکور
 حریمِ حسن میں انبوہ آرزو منداں
 حضورِ ماہ میں سینہ کتاں ہوں جیسے چکور
 ہمیشہ کنگرہ عرش سے پکارتے ہیں
 اطلاقِ دل میں بے تیشیں کا چراغ روشن ہو
 تو بندرگانِ اولوالعزم و تازہ ہمت کو
 یہ اوج گاہِ عطار دے ہے ایک گام کی جست

خدا کی دین ہے ادراکِ آگہی مجھ کو
 ہے سوز و ساز کا سرچشمہ شاعری مجھ کو

عطا ہوئی ہے ارتطو کی مسند حکمت
 نہیں ہے خواہشِ تخت سکندری مجھ کو
 یہی وسید ہے تہذیبِ نفسِ ناطق کا
 وہ دے دے بولے مذاقِ نواگری مجھ کو
 شرقی سے تابِ ثریا، سمک سے تابِ سماک
 کہاں کہاں لیے پھرتی ہے زندگی مجھ کو۔
 میں اپنے طالعِ میہوں پہ کیوں نہ ناز کروں؟
 ملی ہے ملکِ سخن کی پیمبری مجھ کو!



پند و انداز

بازی تن من کی لگاؤ زندگی کی دوڑ میں
زندگی اک کھیل ہے، کھیلو اسے مردانہ وار

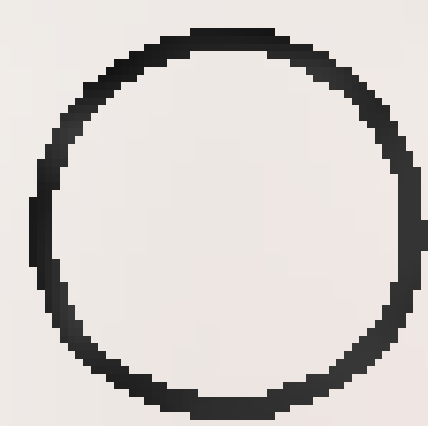
موت سے پہلے کشاکش سے ہلی کس کو نجات ہے
یہ تماشا گاہ عالم ہے مضیق گیر و دار

کھٹکھٹاؤ تو کھٹے گار تمہارے واسطے
زندگی ایمان و عزم و آرزو و انتظار

ثروتِ جاہل ہے دولتِ ثروتِ عاقل ہے علم
کون دونوں میں ہے مفلس؟ کس کا زندوں میں شمار؟

ذوالفقارِ دل کو ذکر و فکر سے صیقل کرو
چادر اوڑھو جہنم کی ، پہنو لباسِ انکسار

حقیق و انصاف و مساوات و مسرت کے لیے
دو اگر دینا پڑے خونِ دل تمثالِ دارا



الف، پ

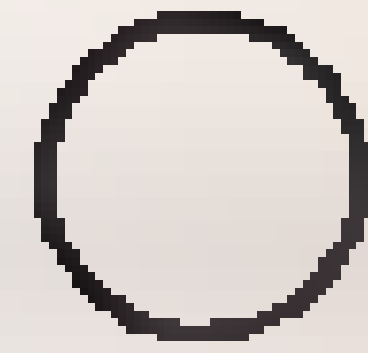
ا: ترے دل میں ہوسِ مدح و تنائش کے سوا
کوئی خواہش کوئی ارمان کوئی خواب نہیں؟

ب: ہے تو، لیکن میں کوئی رابعہ و لہ نہی
میں سمجھتی ہوں کہ تسکینِ حواسِ خمسہ
خلدِ موعودہ کی لذت سے ہے بڑھ کے

کیسے؟

ا:

ب: یہ لگن کھیلتی سرشار و جواں موج نسیم
 ہر بنِ موسے اُمتِ دُتنا ہوا سیدلابِ شمیم
 یہ تمنا کی قناتیں یہ محبت کے حریم
 دلِ انساں کی فخرِ حساست یہ الطوافِ عمیم
 برملا کہتے ہیں ایسے ایسے!



خوشا روانی عمر پے کہ در سفر گزرد

اگرچہ حُسن و لطافت میں کم نہیں لاہُور
تیرے نظارے کہاں بھولتے ہیں لاہُور

قدم قدم پہ حسین جلوے شبنم افشاں ہیں
نظر نظر سے رواں ایک سیلِ مستی و نور

غزالِ دشت کی مانند تیرے کھیتوں میں
نسیمِ نکہتِ مستانہ کی طرح مسرور

وہ قصرات و کواعب وہ لوہو، مکتون
 نگاہ عشق سے پہاں، خیام میں مستور

جسان وادتی فردوس کا اچھوتا حسن
 فضائے خلد و جہاں جن سے سرخوش و مسحور

اُتر کے عرش سے محو خرام ہیں شاید
 تمام مرمر و مرجاں، تمام نغمہ و نور

کرم نواز، چمن چہر و گلبدن شہناز
 حجاب و عصمت و عفت کے پیرانِ غیور

دراز سرمئی پلکیں گھنیری پُر اسرار
 عمیق نیلی آنکھیں شراب سے بھر پور

مری نگاہ میں پھرتا ہے سحر جالندھر
 وہ جلوگہ کہ تھی انوارِ حسن سے معمور

وہی اٹھان وہی سر بلندی انداز
وہی جمیل ادائیں شگفتہ و مغرور

وہ حُسنِ سادہ کی وارفتگی یہاں بھی ہے
وہی نگاہیں ہیں خوابیدہ شریکیں مخمور

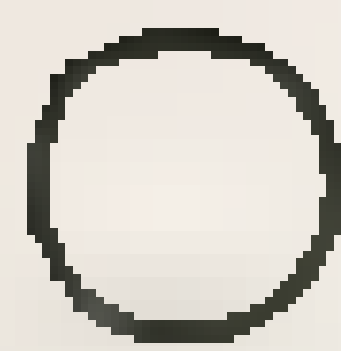
وہی نجوم وہی چاند ہیں یہاں ضوِ پاش
فرازِ چرخ سے گرتی ہے سلسبیلِ نور

سکوتِ شام کی خنکی ہے کس قدر جاں بخش
فضا میں چھا رہا ہے ایک ہلکا ہلکا سرور

تری فضاؤں کی پہنائیوں میں کھو جاؤں
سکوں نواز سی تنہائیوں میں کھو جاؤں

افق کے پاس دھندلکوں کی اوٹ میں چھپ کر
کس کے حُسن کی رعنائیوں میں کھو جاؤں!

غفر لہیں



نشاطِ نغمہ بھی ہے، مستیِ خمار بھی ہے
ترے جمال میں رعنائی بہار بھی ہے

نکاحِ ناز کی محبوبِ سحر آگینی
اربِ نواز بھی ہے، شوخ و شرمسار بھی ہے

سُرور و سُکر کا عالم عجیب عالم ہے
کہ خواب و خمر بھی ہے شعلہ و شرار بھی ہے

تڑی اداؤں کی ٹوٹے رسیبہ گی واللہ
سب ایک راز کہ پنہاں بھی آشکار بھی ہے

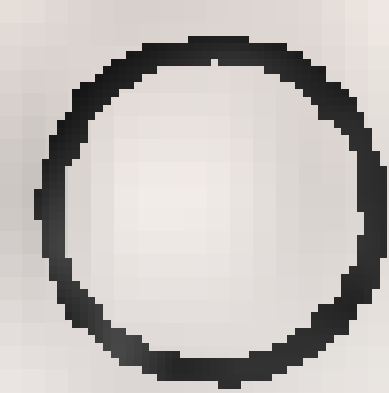
ستم ہے سادگی چشم سرمہ ساجیں میں
وفا کا لوح، محبت کا اعتبار بھی ہے

اک اضطراب اک احساس تشنہ کامی کا
نرے حضور میں، بیجان بھی قرار بھی ہے

صبا! وہ سرو رواں گر ملے تو کہ اس سے
کسی کو شامِ الم تیرا انتظار بھی ہے

زمین کے خندہ مسرور و مطمئن پہ نہ جا
کے آرزو مرے پہلو میں سو گوار بھی ہے!

کسے بتاؤں گراں جاں ہے اس قدر خالہ
کہ عینِ عالمِ مستی میں ہوشیار بھی ہے



وہی اندازِ جہانِ گزراں ہے کہ جو تھا
ان نگاہوں سے وہی راز عیاں ہے کہ جو تھا

وہی رندوں کی سی نشی و زنی ہے
وہی اشارہ سرِ کونے مغاں ہے کہ جو تھا

ہائے اس کینٹِ نخستیں کی خمارِ انگیزی
تڑی آنکھوں میں وہی خوابِ جواں ہے کہ جو تھا

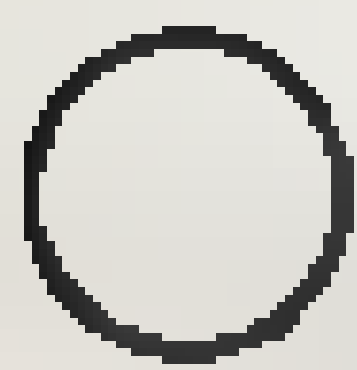
وہی ترغیبِ تمنا کی چمن آرائی !
اور پہلو میں وہی قلبِ تپاں ہے کہ جوتھا

لذتِ شوق کا انفاس میں غم باقی ہے
مرے سینے میں وہی سوزِ نہاں ہے کہ جوتھا

انقلابات ابھی گردشِ ایام میں ہیں
نرے جلووں میں وہی سحرِ رواں ہے کہ جوتھا

ذوقِ وارفتہ کی اصنام گری مٹ نہ سکی
حائلِ راہ وہی سینگِ گمراہ ہے کہ جوتھا

وہی آشفتہ نگاہی ، وہی صحرایِ طلبی
وہی اک معرکہِ سود و زیاں ہے کہ جوتھا



تفاضائے دل و جاں کا کہیں درماں نہیں ملتا
دیارِ درد میں نسکین کا ساماں نہیں ملتا

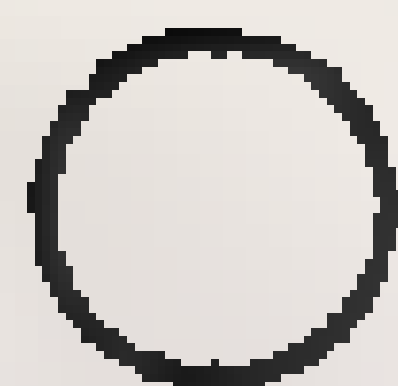
خرامندہ ہیں میخانے اگرچہ تیری آنکھوں میں
یہاں سے بھی مداوائے غم پنہاں نہیں ملتا

نیری چشمہ تماشا مست میں غلطاں ہیں افسانے
عمرِ تمہیدِ اُغت کا کوئی عنوان نہیں ملتا

کسی شے کی کمی ہے تیرے جلووں کی نوازش میں
کہ اب وہ والہانہ پن، وہ ذوقِ جاں نہیں ملتا

ترے انداز کی غارت گری بھی کیا قیامت ہے
کہ نقدِ زندگی و گوہرِ ایماں نہیں ملتا

کمالِ عفتِ قلب و نظر مقصود ہے خالہ
یہ رُتبہ مل تو جاتا ہے مگر آساں نہیں ملتا



فرازِ کہکشاں سے اک ستارہ سوئے پام آیا
دل و جاں کو نسیمِ نو بہاراں کا پیام آیا

حیا کے پھول بکھراتا، مہ و انجم کو شرماتا
مرے ویرانہ غم میں کوئی محشر خرام آیا

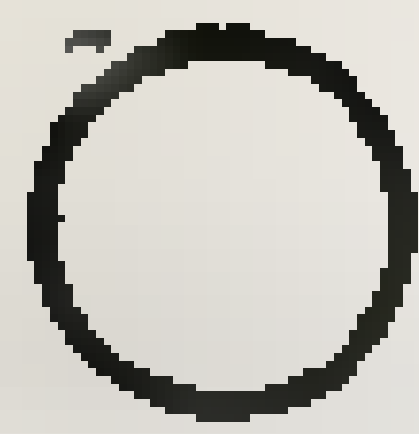
محبت کے نیاباں کب سے محروم چراغاں تھے
بہت مدت کے بعد آخر کوئی آتش بجام آیا

ترے زخماں تر، ترے لب گلنار و احمر سے
مرا ذوقِ قدحِ نوشی، ہمیشہ تشنہ کام آیا

مرے دردِ تمنا کو گلہ ہے چشمِ میگوں سے
کہ جو پیغام آیا ناشنیدہ ناتمام آیا

شبستانِ الم کی ظلمتوں میں ایک لرزش ہے
مرے کاشانے میں شاید وہ شورشِ شعلہ گام آیا

ہوائیں ساکت و صامت ہیں دل میں ایک دھڑکن ہے
کسی آزردهٴ حرماں پہ پھر ہنگامِ شام آیا؟



بُوئے نسیم سے ، کبھی بادِ شمال سے
کسبِ نشاط کرتا ہوں تیرے جمال سے

جاں دادۂ لطافتِ ذکرِ حبیب کو
رغبت نہیں فسانۂ جاہ و جلال سے

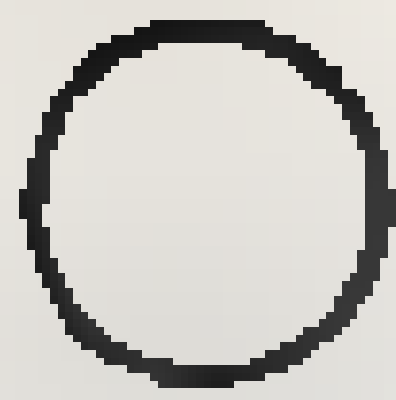
اس سخن بے حجاب کی شادابیاں نہ پوچھ
گویا کہ بے نیاز ہے فکرِ مال سے

یہ عیشِ کاشتِ عشرت جاوید ہو سکے
پہلو میں دل دھڑکتا ہے خوفِ زوال سے

جل اُٹھتے ہیں حسینِ دہیے آرزوؤں کے
ایوانِ غم میں آج بھی تیرے خیال سے

گہ گہ مٹاتا ہوں غمِ دوراں کی تلخیاں
یا قوتِ رنگِ ہونٹوں کے آبِ زلال سے

مہتابِ وش نکھرتی ہیں افسردہ شوخیاں
اس چہرہ صبحِ پہ عکسِ ملال سے!



اک غم نصیب کو ترے غم سے منفرد نہیں
فکرِ جہاں سے مخلصی ہے بھی مگر نہیں

وہ آشنا نگاہ کم آمیز ہی رہی
اس نامراد دل کی دُعا میں اثر نہیں

مژگاں حریفِ کاوشِ ناخن نہ ہو سکیں
سوزش تو ہے پہ لذتِ زخمِ جگر نہیں

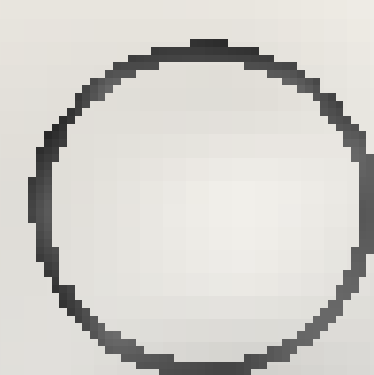
رنج گراں کے بوجھ سے تارے بھی تھک گئے
اس ظلمت منسراق کی شاید سحر نہیں

پھر بھی نہ جانے قلب و نظر منتظر ہیں کیوں؟
مدت سے کوئی سایہ لب بام پر نہیں

واماندگی دشتِ تجیر ہے اور میں
یہ مختصر حیات مگر مختصر نہیں

سینے کی ظلمتوں میں سُکنا ہے سوزِ عشق
دُھندلی سہی ایک یاد کہ نزدیک تر نہیں

صحرائے آرزو میں جہیں ہے نہ سنگِ میل
وریائے خاک و خون ہے تری رگبزر نہیں



اس چشمِ مے کسار کی آہستہ نینکی!
پھر شعہ آفریں نظر آتی ہے زندگی

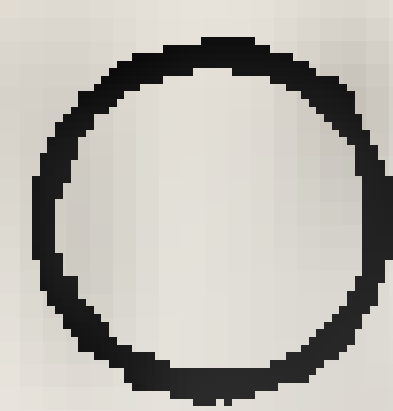
اس شوخ کی نکلاہ میں آیات خمربات
شانِ ربودگی میں ادائے سپردگی

پھر عام ہو گئیں ترے جلووں کی نکبتیں
نغمہ طراز ہے ترے قامت کی نازکی

یہ اور بات ہے کہ مرا دل اداس ہے
اب بھی جواں ہے اس قدرِ رُخسار کی دلبری

تُو دل گرفتہ کیوں ہے ابھی رہ گزار میں
باقی ہے نقشِ پا کی شفقِ رنگِ روشنی

گرچہ چراغِ منبر و محراب بجھ گئے
ہوتا ہے پھر بھی دل میں چراغاں کبھی کبھی!



معن مغرور بھی ہے مائل بھی
عشق سردار بھی سبے سائل بھی

سرفروشان شوق و مستی کو
نغمہ ہے شورشن سلاسل بھی

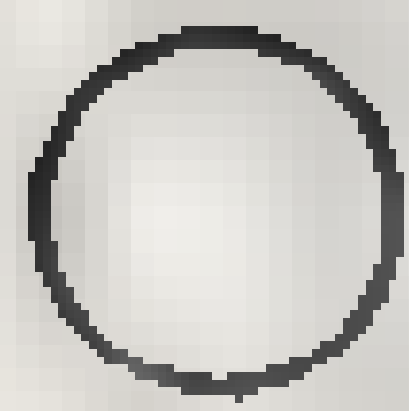
جذبِ کامل جو دست گیر ہوا
تو قریب آگئی ہے منزل بھی

ایک دل ہے خلوص سرتاپا
ہے یہی زندگی کا حاصل بھی

یہی مشکل تو ہے محبت میں
کہ یہ آسان بھی ہے مشکل بھی

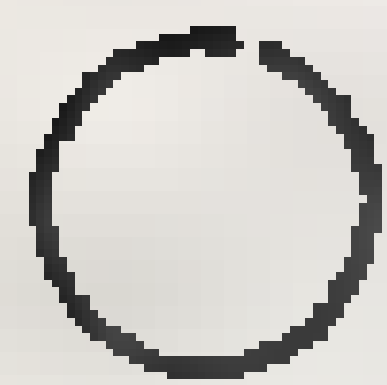
ہاتے اس جالے کی خود آرائی !
کہ ہے مستور بھی مقابل بھی

خالِدِ زمزمہ سرا چپ ہے
اور اندر بگیں ہے محفل بھی !



پھر ترے آستان پہ لے آئی
 گھینچ کر لذت جسبیں سائی
 پیش و پس کو بہانے جاتا ہے
 تیرا سیلاب رنمک و رعنائی
 کوئی بیکس دنا نہیں دیتا ہے
 وہ تری پرکشت و پذیرائی !
 پھر سے بیتاب ہے دل شیدا
 کسی بھوٹے بھوٹے کی یاد آئی

ایک پردہ ہے خود فریبی کا
 یہ ما فوقِ نغمہ پیرائی
 مطلع صبحِ نو بہار بنے
 اس مجسمِ حیا کی پیدائی
 نظر احسا کس حُسن سے مخمور
 اعلٰی خوش آب میں مسیحائی
 دیدنی ہے اداسے مجبوری
 سارے انداز ہیں زلیخائی
 آفتِ عقل و ہوش ہے خالد
 اس پری زو کا حُسن صحرائی !



اے چمن آراتے شوق ، اے دل دیوانہ خرا
ابر بہاراں بھی ہے شرحِ غمِ آرزو

کُلفتِ واماندگی ، لذتِ آوارگی
ایک بیاباں جس ، ایک چمن جستجو

حُسن بھی ہے ناصبور ، عشق بھی ہے ناصبور
کون رہا غمِ نصیب ، کون ہو سرِ نبرد

بادِ سحر گاہ نے فاشش کیا رازِ گل
نہکتِ بر بادِ ست ہرزہ درِ اسو بہ سو

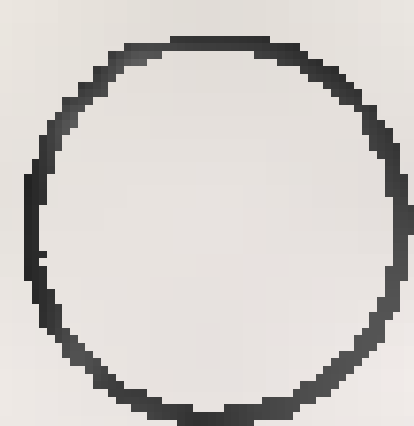
یمنِ قدم سے غبار، نکل جواہر بنا
خاکِ یمن گوہریں، دشتِ ختن مشک بو

مصطفیٰ راز میں مسکب زنداں
بیعتِ پیرِ مغال، منتِ جام و سب

خیم کدۂ دل سے ہو بادِ غم کی کشید
عارِ ہے اپنے لیے ذکرِ نبات و کدو

کش کش زمین سے سنکر کی بالیدگی
پرورشِ اشک سے تازہ نوائے گلو

نالۂ سرماں وہ کیا جس میں نہیں سوز و ساز؟
گوہرِ غلظاں وہ کیا جس میں نہیں آبرو؟



گردش پیارگاں ، ذورِ زمان و مکاں
فرصت یک دو نفس ، معرضِ سود و زیاں

رونی بزمِ جہاں صبحِ نخستیں سے ہیں
عشق کی دل سوزیاں ، حُسن کی سرمستیاں

حسن ملائکِ ذیب ، عشقِ جنوں دشتِ گاہ
ارضِ عجبم میں لٹی سلوٹِ کڑ و بیاں

سینے میں سیماب وار کب سے تڑپتا ہے دل
 شاید مقصود کا جلوۂ حیراں کہاں؟

چاکِ جراحت بھی ہے نسخۂ اعجاز بھی
 یہ حسیم زلفِ دویتا . یہ شکن ابرواں

جس کے طلسمات سے ہو دل خارا بھی موم
 جس کی توجہ کرے ڈرے کو شکِ فساں

وہ نفس کیمیا آج زلمے میں ہے
 یا لبِ سثیوا بیاں یا کفِ گوہر نشاں

عرضِ تمتا نہیں ایک نظر سے فزوں
 حرفِ تمتا مگر سلسلہ بے کراں

گنجمنہ بازِ خیالِ محفلیں برہم کرے
 شوق فراہم کرے داغِ دلِ دوستان

خانہ خرابی کرے ذوقِ نظر کا فساد
اک نگہ نیم رُس ، سو جگر آشوبیاں

کون ہے حرمِ یہاں رسم و رہِ شوق کا ؟
زندگی محرومیاں ، عاشقیِ رسوائیاں

جاوے راہ فنا آنکھ سے اوجھل نہ ہو
پردہِ ظلمت میں ہے چشمہٴ جیواں نہاں

یہ دلِ غمِ بیاں پرست ، مستِ شرابِ الست
خسروِ تسلیمِ شوق ، خاکِ رہِ دوستاں

یہ دلِ عزت پسند ، بالِ بہا کو کند
ساز و براقِ یلاں ، زینتِ برگستاں

یہ دلِ آذرِ نفس ، جس کو نشیمنِ قفس
خونِ رگِ صاعقات ، خار و خشِ آشتیاں !

غبارِ خاطرِ محرم

شورایی کوبه که باز آرائش سودا کنند
خاک مجنوں را غبار خاطر بجا کنند

①

دست صبا نے کھولا نشور صبحگاہی
مشتگانِ شب کو خجسم سحر پکارا

حل ہو گئے شفق میں ناسفتگانِ گردوں
مجر میں حل نہجھے ہیں اسپند دانہ دانہ

کیفیتِ عبوحی مینائے زر میں ڈھل کر
دیتی ہے بام و در کو، اذنِ طلوعِ نشہ

خونابہ جگر سے چھلکے ایارغ مستان
دیکھ اے شرارِ جہتہ ! سنگی قبائے اللہ

کھولی دکان جلوہ ، غنچوں نے غُرفہ غُرفہ
پھر کوچہ گردِ غم ہیں خانہ بدوشِ صحرا

اے نکبت گریزاں ! اے مونسِ غریباں !
جاناں کے کاخ و کو تک میرا پیام لے جا !

میرا پیام کیا ہے ، آشوبِ دردِ ہجراں !
حُسنِ وار ہر دم از دل کشمِ خنیں را

شعلوں پہ لوٹتی ہوں اس دردِ جاں گسل سے
آرامِ جاں کہاں ہے ؟ اے جانِ ناشکیبا !

سکتی ہے رہ کسی کی ، یہ کشتہ جدائی
اے رنجِ نارسائی ! اے حسرتِ نظارہ !

تہ بن مجھے غزالاں ! جانناں کا کچھ پتہ دو
کس حال ہیں یہاں سے ناقد سوار گزرا؟

پھرتے ہو جرگہ جرگہ ڈھونڈو اسے تو جانیں
وہ ترکمان وحشی ہے آشنا تمھارا

فرقت کا حال کہنا یوں پائے بوس ہو کر :
سرتاج کج کلاہاں ! اسے شاہد دلاؤ !

کرتا ہے ایک سائل درپوزہ نوازش
روزی تنقیدے کن مسکین بے نوا را !

وہ عشرتِ شبانہ افسانہ ہو گئی ہے
اب یہ دلِ حزیں ہے اور توستہ تمنا

کٹتی نہیں شبِ غم اختر شمار یوں سے
آنکھوں سے دجلہ دجلہ بہتا ہے خوں کا دھوا

دن سے دکھائیں ہیں، شکوے شکایتیں ہیں
وہ درد جو نہاں تھا ہوتا ہے آشکارا

مشاطہ بہاراں جاروب کش بیتی جن کی
وہ نامراد جلوے رسوا ہیں دشت و صحرا

وہ کاکلِ رسا جو دوش و کمر تک آئے
عالم شب چمن کا جن کے شکن سے پیرا

ہر چہی میں دستہ دستہ ریکان و روح و سنبل
ہر خم میں توشہ توشہ نفحات مشک سارا

مارِ سیاہ بن کر شانوں کو ڈس رہے ہیں
اسے شامِ بدگمانی: کب دن طالع ہو گا؟

(۲)

اس معرضِ فنا ہیں ، اُمیدِ رستگاری
رکھتے یہ خستہ کس سے اے انقلابِ دوراں ؟

سیکھی کہاں سے نغم نے خوں غزال و وحشی
اے شاہدِ ان سادہ ! اے سحرِ فن نگاراں !

یوں گرم رو جو جیسے ابرِ عناں گسستہ
منزل کہاں کرو گے اے قافلہ سواراں ؟

اس رہ نشیں مسافر کا حال زار کہنا
 تم کو جو جو میسر طوفِ حسین جاناں

مڑ مڑ کے دیکھتے ہو اس بے نوا کو لوگو!
 سچ ہے جہانِ زر میں کیا وثر بے نوا یاں

واماندگانِ غم کا جز تالہ ارمناں کا
 کرتا ہے اشکِ خونیں عرضِ متاعِ حرماں

در بارِ کبریا سے مقسومِ اہلِ دل ہے
 جاگیرِ دشتِ وحشت، کرب و بلائے ہجراں

اسرارِ آفرینش کچھ ان پہ منکشف ہیں
 گلیوں میں در بدر جو پھرتے ہیں چاکِ دامان

واماندگی فراغت، واماندگی خسارت
 مستنزمِ جہارت، تسخیرِ خوش نگاہاں

اس عُمرِ رایگاں کا مصروف کوئی بستاؤ
آشوبِ آگہی سے چھٹنا ہے کیسے انساں؟

اے عبرتِ تماشا، ٹھک چل کنارِ دریا
ہر سمت منتشر ہیں اوراقِ شاخِ مرجاں

کیوں ساز ہیں ہے شیون اے طاثرِ نوازن؟
کیوں بادِ پاسے تو سن اے موسمِ بہاراں؟

چُپ چاپ کیوں کھڑے ہو؟ کیا سانحہ ہوا ہے؟
اے مُشکبو غزالاں! اے خبرو جواناں!

اس انجمن میں کوئی، ہم داستاں نہیں ہے
کس سے کہیں سخنداں، احوالِ قلبِ سوزاں؟

اے پیکرِ خیالی گاسے تو، ہو مجسم
کاشانہٴ تمنا کب سے پڑا ہے ویراں

آب و ہوائے جنت ہم کو نہ راس آتی
آوارگانِ فطرت رہتے ہیں پابنحوال

کیا طرفِ سلسلہ ہے موجِ غبار ہو کر
بتا ہے رختِ ہستی پیراہنِ شہیدان

شہرِ طرب میں ہم نے دیکھا ہے یہ تماشا
خویاں نظارہ گستر، صاحبِ نظر گریزاں

ہر خود نگر کو خالد کہتے ہیں لوگ نصیحتی
لیکن بُرا نہ مانو، معذور ہیں یہ نادان!



تاپِ مقاومت سے تاثیرِ دل گذاری
آئی کہاں سے تجھ میں اے جذبہٴ محبت؟

یہ کاروبارِ دل ہے اک شغلِ سینہ کاوی
دل بستگیِ بدایت ، دل خستگیِ نہایت

کروبیوں نے سونپا تھوپل میں ہماری
آلام کا سرشتہ ، افکار کی ولایت

اک کھیل ہے بظاہر آئینِ حسنِ کاری
درکارِ فن ہے لیکن اک عمر کی ریاضت

آساں نہیں کچھ ایسا شیوہ نواگری کا
آتشِ بچشم و دل ہے افسونِ شعر و حکمت

ملتا نہیں کسی کو رتبہِ مغان کا جب تک
عشقِ نجستہ بے کی حاصل نہ ہو حمایت

پیغمبری سے پہلے لازم ہے خود گدازی
غاروں سے پھوٹتا ہے سرچشمہ ہدایت

قدرت کے منصرم کو تدبیرِ ملکِ غم میں
اے مے پرستو! کتنی ملحوظ ہے کفایت

تخلیق کی لگن میں گو جان کا زیاں ہے
اے دوستِ طالعوں سے ملتی ہے یہ سعادت

چشمانِ سامری فنِ غافل نہیں مقام
کرتی ہیں نصیرِ دل کو یہ کعبتینِ غارت

سرِ رشتہ ہوس سے گرچہ مفسر نہیں ہے
تہذیبِ دل کی خاطر ڈھونڈا ہے کنجِ عزت

خواہشِ پرست کہتے ہیں بندگانِ غم سے
یہ کارِ عاشقی ہے اپنے تئیں حماقت

نایاب ہے زمانے میں پاکِ تنخیل
بہرِ دل فروش کو ہے دل دار سے عداوت

جن کی نزاکتوں سے شرمندہ گلِ زمیناں
جن کی صلابتوں سے کہسار کو خجالت

جن کے دکتے رُخ سے روشن چراغِ بادہ
جن کے کھنکھارے نگاریں شیرازہ بندِ وحشت

وہ یا سمیں بدن تھے یا محمل دو خوابہ
طوبیٰ لھم وہ قامت وہ کاکلیں وہ طلعت!

وہ سریش پوش کافر کس ملک جا بے ہیں
سوغات دے کے پیچیں کس کو پتے سفارت؟

جلووں میں اب کہاں وہ ایما تے ترک تازی
ان دشمنان دیں کی کس سے کریں شکایت؟

یہ بھی تو ہے عنایت قلب گداختہ کی
زخم جگر کی دولت ہم کو ملی بکشت

کرتے نہیں موحدِ محسوس کی پرستش
ہر دل فروش کو ہے دلدار سے عداوت

دود چراغ کے ہم تریبا کی کہن ہیں !
تازہ نہیں ہے کوئی فکر سخن کی عادت

اپنے سلف کے ورثے کو رایگاں نہ جانو
وہ خاکسارِ دوراں تھے شہسوارِ حکمت

رُتبہ شناس کہتے ہیں وہ خدائے معنی
آباد کر گئے ہیں فکر و نظر کی وسعت

آرائشِ بیاں میں زیبائشِ زباں ہیں
وہ بادِ نشیں تھے اک مرغزارِ ندرت

افکارِ نو بنو سے کی پرورشِ سخن کی
روشن تھی آئندہ ساں ان پر کتابِ فطرت

پیکِ خیال میں تھی خواہش کی گرم تازی
پروازِ فکر میں تھی تیرِ قصا کی سرعت

اغیارِ اس گلستاں کے خوشہ چیں رہے ہیں
مشاطہ سے چھپاتے ہیں عارضوں کی رنگت؟

جو اپنی ذات میں تھے علم و ادب کے جیہوں
کرتے ہیں جرعہ جرعہ چشموں سے کسبِ قوت

ناموسِ خانماں تک نیلام کر چکے ہیں
عشقی غبورِ جن سے یثا تھا اذنِ سطوت

اک فردِ منتخب ہے عبدالعزیزِ خالد
رہتا ہے اس کے درپے، فکرِ زوالِ اُمت

فردوسِ گمشدہ کے آثار ڈھونڈتا ہوں
اسے عصمتِ نیاگاہ ! مشکور ہو یہ محنت !



ظلمت سرائے شب سے جلوہ گر سحر تک
کتنی مسافت ہے؟ اسے بادِ صبح گاہاں!

کس شان سے روانہ ہے کاروانِ ہستی
اذنِ رحیل دے کر خاموش ہے حدی خواں

پیدا نہیں دلوں میں کیفیتِ حضوری
زخمہ و رو بہاں ہیں اگلے سرودِ کاراں؛

نغموں کے جاں بُنتے ہیں تار و پودِ غم سے
جادو نوا کا رکھتا ہے عود کو پریشاں

مضربِ مرتعش میں نغموں کے زیرِ و بم سے
سُن اسے شہیدِ جہوہ ، فربادِ تارِ لرزاں

ہر لمحہ زندگانی ہے معرضِ تلفت میں
اک چشمکِ پیالہ ہے جوشِ شیشِ بہاراں

کرتا ہے لب کشائی پابندِ دام ہو کر
یا طوطی شکر لب یا شاعرِ خوش الحان

سب سے آرزوِ نو کی جو گلشنِ فنا میں
آزادِ راحلہ ہو ، مانندِ موجِ ریکھاں

مرتاضِ مختلف میں یا حسناءِ خدا میں
یا بادیہِ نوردِ اقصائے ملکِ رُوماں

ایسے قوائے ذہنی مفلوج ہو چکے ہیں
سرمایہ طلب ہے وقفِ نشاطِ حراماں

شیرازہ منتشر ہے افکارِ معسٹر کا
رہوارِ گرمِ رو ہے سحرِ جادۂ بیاباں

اسلاف کا تمدن اک قصہ ہے سروِ پا
انگیار کی ثقافت معراجِ عقلِ انساں

اتوار کو ہے اپنی فطرت کی پاسبانی
اخلط کا وحیرہ حنڈلان دین و ایماں

گوہرِ عزیز ہوتا ہے اپنی آبرو سے
ورنہ خراف بھی ہوتا محبوبِ ماہرِ دیاں

لازم ہے اثر پر کچھ افزائشِ طبیعت
رسمِ نوافروشی چھوڑو بھی ہمِ صغیراں !

اک جنس بے بہا ہے داغِ دلِ برشتہ
کرتے ہیں خوش معاشاں بیع و شرائے حراماں

کیا فائدہ بالآخر اخفائے مدعا سے
تعلیمِ ناصبوری دیتا ہے سوزِ پنہاں

بینو سواد ہیں کیا پنجاب کی فضائیں
یادِ گزشتہ گاہ میں ہر ذرہ زمزمہ خواں

فرطِ طرب سے ہر سو بھرتے ہوئے طرارے
گلگشتِ شہدہ میں نوخاستہ غزالاں

لابہور کے پری و شس جن کی ملاحتوں میں
پرکارِ سادگی کی فنِ کاریاں نمایاں

گلبرگِ پیکروں کو چوری کہیں کہ میری ہے
آرائشِ نصیاباں ، آرائشِ شبستاں !

ہر منہج ادا میں ذکر سرور رفتہ
ہر منہج نگہ میں تسخیر دل کے ارماں

الفٹ گزیدگاں پر کلفت چشیدگاں پر
اک رشتہ تلمطف اے عنبریں کنداں!

آئین خوش گوتی وابستہ ادب ہے
یادِ سلف سے روشن فکر و نظر کے ایوان

ہم کو بھی کچھ عطا ہو میراثِ رفتگاں سے
اے خطۂ نگاری، اے سرزمینِ خواباں!



گہوارے علم و فن کے، تہذیب کے دارائن
کن اُبڑے متبہوں ہیں، ہیں محو استراحت؛

جن کی تخیروں سے روشن دلوں کے ہادے
نقاش حرف و معنی، مجلس فروزِ فطرت!

دشک سے تن کی واہموں وجدان کے درتپے
وہ ترہمانِ ہستی، وہ راز دارِ فطرت!

دیوار و در سے ان کا احوال پوچھتا ہوں
کس شہر جا چکے ہیں دیوانگانِ حکمت ؟

مٹی میں روتے ہیں عکس ستارگاہ کو
ہر شیشِ پاہی ڈھونڈو نقش و نگارِ عظمت

لفظوں کی دسترس میں خالی نوا ہے مطرب
پابندِ نئے نہیں، ہے نیرنگِ جذبِ الفت

ڈھلتی نہیں بیاں ہیں لذتِ بلاکشی کی
محدود کس قدر ہے علمِ بیاں کی وسعت

اسے نغمہ سنج ماضی، تقلیدِ مرگِ فن ہے
ابداعِ بے محل ہے اسے منکرِ روایت !

پوچھ آ کے سالکوں سے آدابِ رہِ نوردی
اس نجد میں کسی کی کرتے نہیں رعایت

نقصانِ سال و مہ کی کرتے ہیں وہ تلافی
دے کر طبیعتوں کو تاب و تاب بصیرت

رسمیں عجیب ہیں اس استلیم عاشقی کی
دیتے ہیں رہزنوں کو پروانہ قیادت

پیدا نہیں سخن میں اسلوبِ میسر و سودا
کوشش سے مدعی کو متنی نہیں نبوت

اُتادِ فن ہوئے ہیں گو ان سے پیشتر بھی
پر ریختہ کی ان سے نسوب ہے روایت

دل کے لہو سے لکھ کر فتانوں باغبانی
صحرا کو کر گئے ہیں رشکِ حریمِ جنت

اس باغِ پُر فضا کا غالب بھی خوشہ چیں ہے
بیدارِ فن ہے کتنی، فکرِ سخن کی لذت

اقتیاب کی نوا ہیں جو ذوقِ بندگی سب سے
 دیدہ و روا ہے کوہِ جی فیمنانِ غولِ صحبت

ہے اس کا آستانہ مینارہ روشنی کا
 میخوار کی مفاں سے بیجا نہیں عقیدت

نازک سی یہ عمارت کس چیز کا عمل ہے؟
 کاری گرو کہاں سے آتی ہے یہ صناعت؟

اشعار کی بصاعت لایا ہے کوئی خالد
 آؤ کریں مشخص ہم اس کی قدر و قیمت!

(۶)

آتی ہے موجِ وحشت بادِ صبا کی رو میں
گزرا ہے شہرِ دل سے رونا غزال کوئی

بیکار ہے فقیہِ بحثِ تدبیر و حادث
دیکھو جسے وہی ہے عصرِ رواں کا شاکی

مجبور کو محبِ آلِ اسودگی نہیں ہے
اک کاوشِ مسلسل ہے مزدِ سرفرازی

کیا اس سے پوچھتے ہو ترک و طلب کی لذت
مقصد ہے بولہوس کا ہر گونہ کام جوئی

بیجا ہے دل جلوں پر میخواری کی تہمت
ان کی تو ہے معیشت سینوں کی کنج کاومی

جس کی صدا میں سوز کو نہیں کھنچ نہ آئے
وہ ساز سرگراں ہے منجمد ملاہی

وہ نالہ حزیں کیا، وہ نغمہ حسیں کیا
آہٹ نہ جس میں پاتے ہوں دل کی دھڑکنوں کی

ممکن نہیں زباں سے تاثیر کی تراوش
ہو دل کا طاق جب تک سوز یقین سے خالی

دشتِ بلا میں بہتا ہے زندگی کا پشیم
تسلیم جاں سے کرتے ہیں جاں کی پردہ داری

عرفان و علم میں ہے شرقِ ظہور و باطن
ملتا ہے شیرِ بیشہ سے رنگِ شیرِ قالی

مضطرب بدیعِ نغمہ، ساقی ہزارِ حبلہ
کھینچتے ہیں رفتہ رفتہ اسرارِ آشنائی

کیا عشق کو ہے صرفہ، کیا حسن کو محابا
بے دل کی مقدرت کیا جز آہِ گاہِ گاہی

جادو کا کارِ حسانہ اربابِ فن نے جانا
اک پردہ ہے سخن کا مستوری و حضوری

آماجگاہِ شر تھا گلزارِ رنگِ سو ہے
خالی ہے جذبِ دل سے کنجِ قلندری بھی

صحرائے آرزو میں آوازِ پا کو سس کر
مثلِ غارِ گہِ جستہ نکلے غزالی وحشی

بابل کا ستھر باطل اک رمزِ نیمِ رت سے
اک مغزِ ششِ نفعی میں صد عالمِ ثرابی

اک خوابِ کواں اشارہ امدادِ کُن کا حامل
اک حرفِ کیفِ آگین میں کائناتِ معنی

کرتے ہیں عصمتِ گل کا خار کو محافظ
کھلتی ہے باغیاں کو جودوں کی بے حجابی

تشہیرِ سخن میں ہے غورِ سخن کی امانت
عشقِ بلند منصب نے دور سے صدا دی

بخشی ہے بے نیازی وارثہِ خاطری نے
بیخود کو کیا غرورت اسبابِ بیخودی کی؟

اک فرصتِ زیارت، اک مشقِ خرقِ عادت
سوز و گدازِ قربت، تاب و تبِ جدائی

اے شاہدِ ان سادہ اے لعینانِ رعنا
سیکھی کہاں سے تم نے خوتے غزالِ وحشی!

یا داغِ دستہ دستہ یا پھولِ رستہ رستہ
مقدور تک تو بسمل کرتا ہے لالہ کاری

کن ولولوں سے سینچا، کن مزلوں سے گزرے
یہ نامراد دل ہے اور اس کی بے قراری

کیا شغلِ آہ و نالہ، کیا لذتِ تماشا!
مہرِ حال میں ہے اس کو تکلیفِ سینہ کاوی

ہے احترازِ واجب ان نالہ پیشگاہ سے
تجدیدِ جن کی ہرزہ، تفتلیدِ جن کی واہی

عرضِ ہنر پہ رکھ دو شرطِ متاعِ تازہ
کچھ مندرض تو نہیں ہے آخرِ نوا سرائی!

(۷)

فرہنگ و فہم کو قہی کیا کی نہ خوش گمانی
بے نون و القلم کا راز آج تک نہانی

باتت کی ہمزباں ہے گوجپ مرید خامہ
بہک نہ ور تم کو اسے زعم نکتہ دانی !

بیت الحرام کو ہے بیت الصنم سے نسبت
الفاظ کی قبا میں پوشیدہ ہیں معانی

بہر سمت کاخ و کوہیں قلوب و نظر کے دیپے
نقش و نگارِ خواباں، خال و خدِ غوانی

کس کو بُوایِ میسر پھر کامگار ہونا
کرتا ہے نازِ شیریں خسرو پہ حکمرانی

اک سوزِ یک نفس ہے تقدیرِ مُشتِ نفس کیا
اُٹھتا ہے کم کسی سے بارِ نشاطِ فانی

اے خانمِ سلیمان! اس پر گواہ رہنا
اک خوابِ حسرت آگیاں ہے عیشِ جاودانی

ہر شے طلسمِ حیاتِ ہر شے نگارِ خانہ
ہر لمحہ تازہ پیکر ہے سترِ زندگانی

ان کو بھی زخمِ دل کی مقصود ہے نمائش
کھن تک جو تھے سراپا تصویرِ نثرانی

ہر داستان کے قلاب میں ہے ہزار داستان
پیہم جواں ہے سوزِ افسردہ جوانی

اس میں لہو جھلکتا ہے کن حسرتوں کا
دیوان آرزو کا مطلع ہے ارغوانی

نائے قلم سے پیدا اک گلستانِ مرقع
کچھ اور شے ہے لیکن ببل کی سوزِ خوانی

فکر و بیاں پہ ہم کو قدغن نہیں گوارا
قطعِ کلام سے تو بہتر ہے بے زبانی

ہم کو ملی سدانستِ دل کے صنم کدے کی
ہم زہن کے حرم کی کرتے ہیں پاسبانی

یارِ عزیزِ انساں، عبیدِ ذلیلِ یزداں
ہم حرفِ کُن فکاں کی کرتے ہیں ترجمانی

دے کر متاع ایمان بخشا ہمیں خدا نے
الفاظ کا خزینہ، گنجینہ معانی

ہم کو نہیں تلاشیں روح طلسمِ شہرت
اخلاص و استقامت نصرت کی ہیں نشانی

غبد الصنم نہ سمجھیں وحدانیت کی رمزیں
الہام کو برہمن کہتا ہے دیوبانی

اے دل فراغِ خاطر کی جستجو عبث ہے
اک سیل ہے زمانہ خویش کی ہے روانی

ظاہر پرست خوش ہیں خشتِ کلیسیا سے
پر میکدے ہیں بٹتی ہے مے وہی پرانی

اہل جنوں کو دیتے ہیں رخصتِ تکلم
مشکل ہے نو نیازوں سے غم کی پاسبانی

فطرت کے نغمہ گر کا آہنگ بے خطا ہے
کہتے ہیں رازداں سے اسرارِ خوش بیانی

ارژنگ کو مصوّر سمجھا ہے کارِ مفضال
قدرت سے مانگ تو بھی دست و دماغ مافی

مدّت سے مرغِ نغمہ منقارِ زیرِ پر ہے
کیوں چپ ہیں سازِ تیرے؟ اسے صاحبِ اغانی!

طے کی ہے گہی نے کتنی بڑھی مسافت
از طور بن ترانی تا نخبِ دمنِ ز آبی!

لکھتے ہیں خونِ دل سے افسانہ غم کا شاعر
ارزانیوں میں دیکھو اس جنس کی گرائی

۱۰: مَنْ رَأَى فَتَدْرَأَ اللّٰہُ
مجھے دیکھا تو خدا کو دیکھا

دیدہ وروں کی قسمت ہے غرضِ محسن ہیں
یا شغلِ سبب کو بی یا کارِ خوشچہانی

آبِ مژہ سے بجھتی ہے دل کی آگ کیونکر؟
اس سے تو دل جلوں کی بڑھتی ہے سرگرائی

لَا تُطْرِبُ الْمُتَيِّمَ اُغْرُوْدَةُ الْحَمَائِمِ
لَا تُسْكِنُ الْمَشُوْقَ اُغْذِيَّةُ الْقِيَانِ

روحِ الایں کا عہدہ مخصوص قدسیاں ہے
خالد کو سونپتے ہیں تدبیرِ دارفانی !

آشفۃِ خاطرہوں کا کہتے ہیں میر اس کو
اس نغز گو کا ہو گا مشکل سے کوئی ثانی

اس کے سخن کو خالی صنعت گرمی نہ سمجھو
الفاظ کے بیگیں ہیں اماکن ہیں معانی !

روشن ہیں صفحہ صفحہ فکر و نظر کے نئے
خالق کا شعر تر ہے اعجازِ نکستہ دانی



برسوں سے پھر رہے ہیں دیوانے دشت و دریں
ملتا نہیں کہیں کوئی گوشہ سلامت !

مجنوں کے ساتھ مل کر محرا کی خاک چھانی
ہر شائبہ کو پایا افسانہ سنج و حشت

کی جا کے بیستوں پہرہ دلداری کو کمن کی
اسے قلب شرعہ شرعہ سن کاہ کاہ حیرت !

پشیمینہ پوشش ہو کر کرتے رہے شبانی
افشائے رازِ دل کا تاوان ہے مشقت

اک ترکِ غمزہ زن کی کافر ادائیگوں سے
منصور بن کے پہنچے تا رتبہ شہادت

منزل کا غم کہاں تک ؛ اے قاطع منازل !
رہرو کی آزمائش ہے راہ کی صعوبت

جاناں کی جستجو کا قصہ شنیدنی ہے
برپا ہستی ہر قدم پر اک تازہ ترقیامت

کاشانہ بن کے آیا ہر دل نواز منظر
ہر نقشِ رنگِ زنی دی دعوتِ اقامت

ہر عشوۂ خماریں بغیرِ یوں کو آیا
ہر چشمِ نیمِ وائستی آمادۂ شرارت

ہر بام پر کھڑے تھے وام انگنی پہ تاتل
کتنے دراز مرگاہاں ، کتنے کشیدہ قیامت

ہر غرقہ حسین سے ، اربان بن کے جھانکے
کتنے بہشت پیکر ، کتنے بہار طلعت

کیا آہوان صحرا ، کیا دلبران وادی
کرتے رہے تعاقب تما حد استطاعت

ساتی بھی تھا ہم تھے آلات مے کشی بھی
صہبا فروش بن کر آئے تھے خوب صورت

پر انتہام افسوں سے بے نیاز ہو کر
ٹھکرا کے پائے ہمت سے انتظام عشرت

منزل کی آرزو میں چلتا رہا قسام
اسے خوگر تلون ، کیا شے ہے انتقامت !

پس نشاطِ کارِ دُروں بتمناں نہیں ہے
ظرفِ آزمائے دل ہے افراطِ ناز و نعمت

یہ راز دارِ دل تھا در پردہ دل کا دشمن
ذوقِ نظر سے رکھی جھوٹی اُمید راست

توفیقِ منکر کو ہم اعزاز جانتے ہیں
غافل یہ داغِ دل ہے گنجینہٴ سعادت

اس وحشتِ جنوں سے اس سوزِ دروں سے
مقام ہے اعتبارِ ناموسِ آدمیت

فیضانِ سرمدی ہے یہ سوزِ متصل بھی
کرتے ہیں ذوقِ نالہ . فنِ کار کو ودیعت

کڑھتے ہیں دل ہی دل میں ناشاد جی ہے ہیں
خالد کہاں میسر اہلِ نظر کی صحبت !

۹

خو کردگانِ رم کی وحشت کا امتحاں ہے
پھر کاروانِ خوشبو ہے میہمانِ صحرا

آپ حیات جس کو کہتے ہیں سادہ مشرب
اک جامِ سرگراں ہے میخانۂ فنا کا

تائم ہے اہترازِ گلشنِ سکوتِ گل سے
ذوقِ فغاں سے زندہ ہے عندلیبِ شیدا

اسے ہرزہ ناز شوقِ نظارگی ہوس ہے
کرتا ہے صرف بیجا ذوقِ نظر کو رسوا

عجزِ ادائے شوخی ، رنجِ خمارِ مستی
گلکاریِ نظارہ ، گلچینیِ تماشا

ہر چیز ہے دگرگوں تسخیر کے عمل سے
جادو نوائے غم کا رکھتا ہے زور ایسا

ہر جوشِ حقیقی ہوتا ہے بے تصنع
نئے سے نوائے تازہ اُٹھتی ہے بے ارادہ

اے سوزِ عشق پھر کیوں برہم ہے دل کا عالم
کچھ زلفِ مشکبو کا ہم کو نہیں ہے سودا

اک انتظارِ مبہم ہم کو عطا ہوا ہے
مخفی اشارتوں سے چلتا ہے کام سارا

اک گھونٹ کو ترستے ہیں نئے نواز کب سے
یاروں کے ہاتھ ہیں سبے رطل گراں صہبا

خارج ہیں کارگاہ اسباب سے خوارق
امروز و دوش ہی سے ڈھلتا ہے نقش فردا

اس عقل جیدہ گر نے کیا کیا صنم تراشے
پر کھل سکا نہ رازِ تاب و تب سویدا

ہم سادہ لوح اپنی ہستی سے تابلد ہیں
عرفاں کے مدعی ہیں مصداق باعِ عرفنا!

حلقوم بادہ نوشوں کے تشبہ تجرّع
پردازِ بال مے ہے محرو و شاخ یبنا

ہیکل کا فلسفہ ہو یا برگساں کی حکمت
وہم و گماں کا نسخہ، تخمین و ظن کا طعنا

کرتے رہے مفتر عرضِ مستعارِ دانش
اب تک ہے ناکشودہ تفتدیر کا معما

جبریل صید آئے یزدانِ شکار آئے
تارِ سراب نکلا ملکِ بستا کا جادہ

وابستگی کی کامتش ، وارستگی کی خواہش
فیضانِ سرمدی سے ہم کو یہی ہے بہرہ

دامن کو چاک کر کے ، دل کو فگار کر کے
کیا اعتبار کھویا ، کیا اشتہار پایا !

کرتی ہے کوچِ حسرت کی آخری رمق بھی
اسے شاعرِ گرامی لکھ آرژو کا لوح

۱۵

یہ لخت لخت دل ہے مجموعہ غرائب
افسانہ عجائب ہے آرزو کا دفتر

کرتا ہے درد و غم کے دیوان کو مرتب
یہ سادہ لوح دل بھی نکلا کوئی ہنسور

دل پروری کی رسمیں ناپید ہو رہی ہیں
یوں عرضِ ناز اب بھی کرتے ہیں لالہ پیکر

تہذیبِ نفسِ کج رو، تادیب کا ثمر ہے
اے غورِ خشک ! خوشبو ہے وقفِ سوزِ محرم

اربابِ دہر کی خُو تہ داری و تمسّق
شرطِ نواگری ہے صدق و صفائے جوہر

فکار کو مجالِ عرضِ ہنس نہیں ہے
دل دار کو خرامِ موجِ نفس ہے نشتر

نقشِ قدم کی صورت بیٹھے ہیں سرو قامت
اے صاحبِ نزاکت ! تغیر پر نظر کر

اس کے مزاج میں ہے اندازِ خبطِ عشواء
فکرِ دقیقہ رس ہے خود اک حجابِ اکبر

آرائشِ حاشی ہے متن سے زیادہ
ہے انحصارِ عظمت یاروں کی یوری پر

عیار کے تصرف میں ہے عیارِ دانش
نے سے بہا میں بڑھ کر ہے دشمنِ ستم گر

اک گام کے برابر ہے عرش کی مسافت
اک پھول ہے گلستاں، اک موج ہے سمندر

پھر شبِ کزیدگاں کو آئی نوائے ہائے
سبیلِ سحر کا تم ہیں کوئی نہیں نشاۃ

غافل ہوائے گل کا انجام ہے تائیف
عبرت کا تازیانہ ہے موجِ مشکِ اوفر

آئینِ دل وہی ہے طولِ غمِ تمنا
جلتا ہے شعلہ شعلہ دیکھ آگ میں سمندر؟

نوشابہ قامتوں کے کاکل ہیں عشقِ پیچاں
عشاق کے رُخ و مودیکھے ہیں اشعث، باغبر

اپنی نظر کا پرتو ہیں رنگ رنگ جلوے
اپنے نفس کی گرمی ہے آتش گل تر

صدق طلب کی کہتے ہیں اول آزمائش
پھر از رہ نوازش دیتے ہیں شان سنجہ

سوزِ نفس کے پرتو سے طور طور سینا
نقشِ قدم کی شوخی سے ذرہ ذرہ اختر

یہ پردہ مصوّر کہتے ہیں جس کو دنیا
اک سانپ ہے منقش اک سانس ہے معبر

اس کارواں سرا میں ہر لمحہ ذوقِ فنوں ہے
ہمدم نہیں کسی کا نیرنگ چرخِ چنبر

گلزارِ طلعتوں سے نیچتے رہو ہمیشہ
یہ دستان نہیں ہیں دبستگی کے ٹوکر

یوں بھی سُراغِ جاوہ دیتے ہیں رہروں کو
اک برقی بے اماں مٹتی ہر گام شعلہ گستر

تسکینِ غم زدہ کو آتی ٹکڑوں کی خوشبو
لیکن وہ محرابانہ بوئے کنارِ معجز!

کتنے جہانِ معنی بین السطور ہیں ہیں
دیدہ وروں نے دیکھا ہر جا جہانِ دیگر

جیسے گلّوں کو چھو کر بادِ نسیم گزرے
کرتے ہیں اس طرح ہم گلگشتِ باغ و منظر

موجِ خیال شیریں سے پتھر آب جو ہے
شیشہ ہے عکسِ رخ سے آئینہ سکندر

اے خلوتِ خراہد! اے جلوتِ جراثید!
جاتی نہیں ہوائے نظارہ مکرر

جس میں سکوت کو نہیں الحان بن کے گونجنے
جس سے کھلیں طبیعت کے ممکناتِ مضمحل

اس حرفِ دل کشا کے آفاق منتظر ہیں
اے غمِ نوا مفتیؔ، تسخیرِ مہر و مدد کر!

۱۱

اے مطربانِ خوش گل، اے ساقیانِ مد و ش
ہم پر نہ آزمائو افسونِ نوکشنِ خنداں!

حرفِ نشاط لب پر، دلِ وقفِ سوگواری
پیلتے ہیں زہرِ غم کو، مستانہ و غزلِ خواں

رکھتے ہیں سرِ بریدہ دودِ چراغِ داں کو
آہ و فغاں نہیں ہے دستورِ دردِ منداں

چشمِ جہاں سے چھپ کر روتے ہیں انجم اکثر
دھلتا نہیں سرشکوں سے داغِ ماہِ تاباں

کرتے ہیں مشکسائی ترکانِ مستِ بادہ
چوں بادِ مرغزاراں ، چوں ابرِ نو بہاراں

اک سازشِ غنامر — تاریخ کے حقائق
اک مشغلہٴ تفتن کا ذکرِ عہدِ یاراں

اس زندگی کی ہم نے لم آج تک نہ پائی
کہ فرصتِ تفکر تو دے نزاعِ ہجراں

مشاطگی کی مہلتِ خنیاگری کی فرصت
صبحِ نیاز منداں ، شامِ نگار بندان

ان زہرہ پکیروں کی در پردہ شوخیوں نے
کیا کیا جگائے جادو، کیا کیا بڑھائے ارماں!

پھرتے ہیں کاخ و کو میں بر خورش چیدہ جلوے
آفت رسیدگاں سے پوچھو جنائے خواباں

تم کاروانیوں کو یکب صبا مبارک
چلتے ہیں پا پیادہ ہم نقش بندِ حرماں

سُنتے تھے فن کا تارا برجِ زحل سے نکلا
پھوٹے رواقِ شب سے آتارِ صبحِ خنداں

پر قریۃ عطار د پر عظمتوں کی یورش
کرتی ہے نطق و لب پر مہر سکوت چسپاں

معزول ہے تدبیر، تدبیر ہے معطل
منکر جہاں کشا کو ہے غامشی کا فرماں

مٹی کے تول بکتی ہے جنس شعر و حکمت
اتنے فروغ پر ہے بازارِ علم و عرفاں

کیا موت کا سلیقہ کیا زلیبت کا طریقت
غیروں کے ہاتھ میں ہے مضراب برلبڑ جاں

عیش گریز پا کے لمحات مغتنم ہیں
اک نکبتِ رمیدہ ہے یادگارِ خواباں

کچھ احتیاط لازم ہے جلوہ گستری میں
طنائز و قد کشیدہ ، سرمست نازیناں!

ہم کو نہیں ضرورت آرائش گلو کی
ہم خود بہار گر ہیں لے دست گل فروشاں

پرچہ نویس لکھتے ہیں روزنامے میں
ہم بے نوا فقیروں کو آفسریدگاراں!

ہم کردگارِ نفس ، ہم خالقِ معانی
سوزِ جگر سے کرتے ہیں دشت میں چراغاں

جو سنگ ہیں عینم کو بے پردہ دیکھتے ہیں
وہ محرمین جلوہ ، وہ دوست دارِ جانان

روح و روان حلقہ چشم و چراغ محفل
ہم سرپھروں سے محکم ہے آبروئے یاراں

خاطرِ کبیدگی سے ، محنت کشیدگی سے
رہتے ہیں جو ہمیشہ ، تکمیلِ فن میں کوشاں

ہم کو نگاہِ کم سے دیکھو نہ شہرِ یارو
ملکِ سخن کے ہم ہیں بے تاج بادشاہاں !

نا مصلحت شناسی سے متہم ہیں شاعر
ناپِ سخن ندارد نازک مزاج شاہاں

ذکرِ جفائے خواباں کا نام ہے بغاوت
ہر صاحبِ زباں ہے معتبَر تاج داراں

تاثير چشم پرفن ہوتی ہے بے سرايت
اس کا کوئی تدارک ، اسے حُسن جلوہ ساماں !

عہدِ وفائے گل میں ڈھونڈو نہ استواری
یہ دیر آشنایاں ہوتے ہیں سست پیماں

ہر لمحہ زندگانی ہے معرض تلف میں
اک چشمکِ پیالہ ہے جوششِ بہاراں

اک حُسنِ دشتِ پیمایاں اک حُسنِ گلشنِ آرا
اک عشقِ دل گرفتہ اک عشقِ گلِ بہاراں !

ہے منزلِ انا الحق دار و رس سے آگے
توفیقِ خود شناسی ایسی بھی کیا ہو ارزاں !

رنشِ نجستہ کامی نہی نہ چاہتا ہے
غربت میں جا کے چمکا حُسنِ نگارِ کنعائے

دربارِ معنوی میں چلتی نہیں سفارش
کٹتی ہے بے توسل، راہِ دیارِ عرفاں

اے بندۂ تساہل ! فنِ اکِ مجاہدہ ہے
کر آرزو کے داغوں سے سینے کو گلستاں

ہر خطۂ زمیں کو شاداب کر رہے ہیں
اپنی سرشت میں ہے فیضانِ ابرِ نیساں !

ہنگامہ چمن ہے مرغانِ خوش نوا سے
ہم زمزمہ سرا ہیں توقیرِ بزمِ دوراں !

اے خستگانِ مبارک یہ خرقہ مرقع
مہمانِ چند شب ہے پوشاکِ نو عروساں

نظارے کو مستدر کا چاہیے اشارہ
یوں روتے ارض پر ہی بہتا ہے آبِ حواں

اک آہِ نارِ سا ہے — سرمایۂ توکل
آزردہ ہے سحر سے شامِ گلیم پوشاں

ماحول نامساعد، حالات ناموافق
اُبھے ہیں تاجداروں سے بوریا نشیناں!

داغِ مفارقت کی دیکھو کرشمہ سنجی
ہر تالہ نیستاں ہے ہر اشکِ شبنمستاں!

اک حرفِ زیرِ لب کی بنتی ہیں داستانیں
کیا طرفِ شعبدہ گر ہیں داستانِ باغاں

کرتے ہیں کچھ اضافے اپنی طرف سے راوی
اک شوخ رفتہ رفتہ بنتا ہے دشمنِ جاں!

سُوقِ مندِ گراں میں فن ہے متاعِ کاسد
بازارِ حُسن میں ہے بے صرفہ نقدِ ایماں

از خویش رشتہ گاہ کو دعویٰ ہے آگہی کا
حفظ خودی پہ مضمون لکھتے ہیں خود فروشاں

اظہارِ خود پرستی کے سب ہیں شاخسانے
کیا ناؤ نوش رنداں کیا ہاؤ ہوسے مستان!

اسبابِ دلفروزی اتنے گراں نہیں ہے
اک داغ سے ہے روشن سینے کا طاق ویراں!

اس سخت گیر آقا کو کاہلی سے کہ ہے
فنِ کارِ شکر و مدح ہے اے عافیت پسنداں!

کیا غمزدہ مبارز، کیا عشوۂ مخدر
خاکہ پہ بے اثر ہے سحرِ ادا فروشاں

ہم کو نہیں گوارا تفتیلِ قیسِ عامر
مانا کہ ہیں تلاشِ لیلے میں پاؤ بکولاں

اے بادِ مروق کس کا نشہ ہے تجھ میں؟
 اے بادِ غالبہ سا، کہہ میرے مشک ساراں!

(۱۲)

اسے طالب تماشا، دل ہو اگر فسردہ
ہر شعلہ بے عارت، ہر نغمہ بے حلاوت!

آتی نہیں تکلف سے خوںے دلنوازی
ملتا نہیں تقاضے سے رتبہ رسالت

مرغوب ہے زمانے کو داستاں طرازی
افسانہ بن گئی ہے ہر جادواں حقیقت

بڑھتا ہے کوئی کوئی بندِ قبا سے آگے
ہر دیدہ ورنہیں ہے پر وہ کشائے فطرت

پل میں کبھی اندھیرا، پل میں کبھی اُجالا
اے گنبدِ ملکوت، کیا شے ہے نور و ظلمت؟

حُسن بہارِ شیوہ ہے گلستاںِ بدامن
عشقِ نبردِ پیشہ ہے تختہٗ جراحات

عشرت گہوں کی مستی رہنِ خمارِ گندم
ظلمت کدے میں غم کے ملتا ہے ذوقِ حکمت

کسبِ کمال کا ہے نکستہٗ بخود گزینی
نشوونما کی دشمن ہے آرزوئے شہرت

کہتے ہیں طرزِ نو سے ہم سرگزشتِ دل کو
فرسودہ ہو چکی ہے حلاج کی روایت

یادوں کے کارواں سے ویرانہ گونجتا ہے
ہے عرصہ گاہ محشر پہ حافظے کی ساحت

گزرے ہوئے زمانے کے تذکرے عجب ہیں
ذکرِ حبیب سے ہے دل پر نزولِ رحمت

گو عام ہے زمانے میں ذوقِ آشنائی
مشکل سے ہاتھ آتی ہے ذہن کی رفاقت

باقی ہے سوزِ ناکیِ جسمِ جگر کی ساقی
یہ طرفہ ابتلا سب سے ملتی ہے جس میں راحت

اس نورِ غرضِ بہا میں جو ہر کو کون پرکھے
اک عرصہ رایگاں ہے بادِ صبا کی شکست

برنغمہ ناومیدہ ، ہر تالہ ناشنیدہ
برآہ نارسیدہ کس سے کریں شکایت ؟

جام و بدو سے کرتے ہیں گفتگو مندریں
مصرف چنگ و نے ہے ختام کی ذکاوت

کورانہ پیروی کو کہتے ہیں تازہ کاری
کرتے ہیں جہل پیشہ ادراک کی تجارت

اک غمزدہ نہاں سے منہ ہار کو کہیں ہے
ہجر اعتبار خواہش، کلفت عیار اُلفت

ہوتا نہیں طبیعت میں سوز و ساز پیدا
جب تک نہ ہو خرد کو شفقتی سے نسبت

زاد سے مخاطب ہے زہر روشن آوا :
اسے بایزید خصلت ، ناصحان با کرامت

ہم ماوہ پرستوں کا عشق ہے مجازی
ہم رنگ و بو کے رسیا رکھتے ہیں مے سے رغبت !

اس پیرِ تسمہ پاسے کب ہو گلو حلاصی
کرتی ہے کارِ کثردم، افرنگ کی عنایت

ہے ذوق بے قراری جو یائے زخم کاری
اسے پردۂ غماری! دل ہے قیبِ راحت

اک نیم بس تبسم، اک زیر لب تکلم
ملتی ہے اسے تکلم! نالہ کشی کی اجرت

برپا ہے شور و شعبون رہبر بنے ہیں رہزن
ہر گام پر ہے قدغن اسے دوری مسافت!

دل سا خطیب و شاعر، دانش ور و مفکر
دیکھو تو ہے بظاہر بے حرف و بے حکایت

اس روتے آتشیں سے برق سرک رہا ہے
یا ہے بطونِ ظلمت سے صبح کی ولادت

عارضہ کی لالہ کاری کا کل کی تباہداری
سودا سے خامکاری ، عرض نیاز و نسخت

ہوتی ہے سبھی ہرماں ، آخر بہار سماں
آباد ہے کہتاں ، فتنہ ہار کی بدولت

جس کا بدن گلابی ، جس کا سخن ربابی
جس کا چین شرابی ، جس کی کنیز نکبت

جس کی نگہ خماریں ، جس کی ادا نگاریں
جس کی قبا بہاریں ، جس پر نثار رنگت

جاہ و جلال بہمن ، جس کی کرے خوشامد
بیت خانہ برہمن ، جس کا رہیں منت

جس کی دلوں پہ میری ، جس کی طلب اسیری
کرتی ہے دستگیری دیتی ہے داغ حسرت

پھیلے تو رنگِ خاور، سمیٹے تو سنگِ مرمر
یہ آب و گل کا پیکر، کہتے ہیں جس کو عورت !

رندوں کا ساز و ساماں، برگ و نوائے حیراں
نکلا دل پریشاں، گلدستہ بندِ وحشت !

ملکِ سیا ہے ویراں بادِ صبا ہے گریاں
اسے ہر ہر سلیمان ! یہ ہے ماںِ سطوت

اس فضلِ رواں میں ہر چیز عارضی ہے
اسے ملکہٴ حیناں ! کیا بچوں کی طراوت !

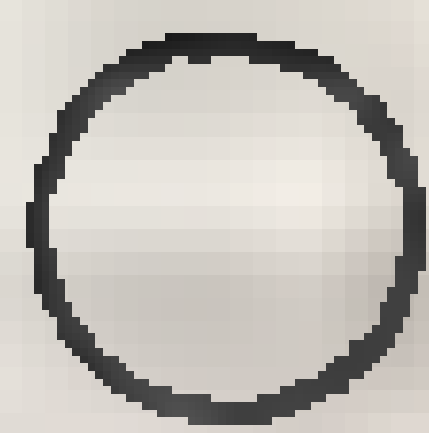
بے نازیب نہیں ہے شائستہٴ تمنا
کی سب سے جلوہ گاہوں کی جا بجا زیارت

آئی حدیثِ رفتہ پیغامِ شوق سے کر
مانشی کے تذکروں میں ملتا ہے کُلفِ محبت

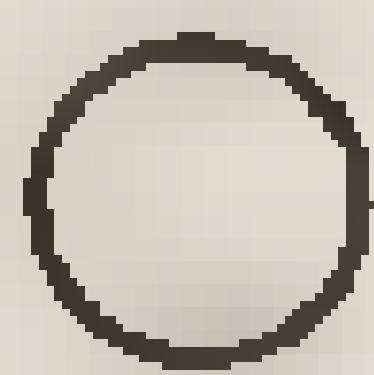
پوچھو سوادِ بطن سے حالِ شوق مضطر
روئے ہیں گوشہ گوشہ سے یہ فصوصِ حکمت!

خوئے نیازِ مستی ہے زمینِ بلندی
ہر خوش نفس سے خال ملتے ہیں با ارادت!

نخ

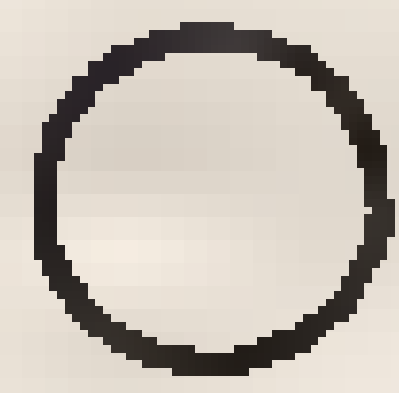


وفا میں شیرِ ثریاں ، انجمن میں پیرِ مغان
 دل و نظر میں فروزاں ، وفا کی تمندیلیں
 بہادروں کے لیے ایک گھر ہے سارا جہاں
 بہادروں کی طرح ہم وقار سے جی لیں !

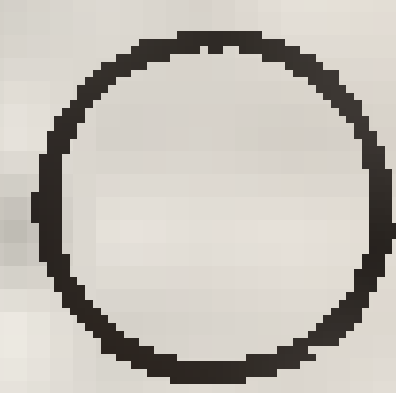


دُور ہسٹاؤ اپنے لبوں کو
 پھونک چکے افسوںِ تزویر

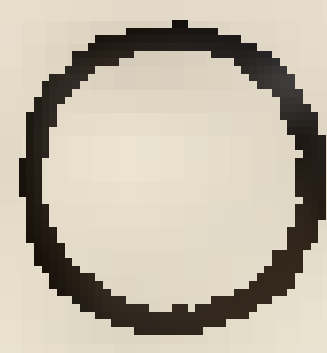
صبحِ کاذب ، خوابِ پریشاں
 یہ آنکھیں اور ان کی تنویر
 ربطِ نہاں کی مہریں ، جذبِ فلکِ پیمائے !
 کھوٹی مہریں ، جھوٹے پیمائے !



پھر کوئی داستاں رقم ہوگی
 پھر کوئی دیکھتا ہے دزدیدہ



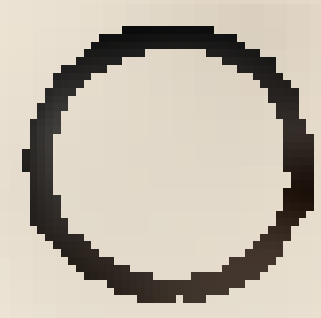
سنگِ مرمر سے اٹھا ہوتا اگر میرا خمیر
 تو میں شاید کبھی ثنایاں نظر ہو جاتی
 میں تو لیکن ہوں عناصر کا ظہور ترتیب
 اور اس حُسنِ تصوّر کے ستائش گر کو
 کوئی دلچسپی نہیں پسیر نسوانی سے



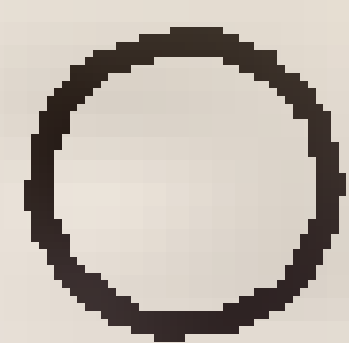
عجز اپنا ہے مگر اہل سخن کو اُسٹا
 نارسانی پہ ملامت کر کے
 طعن بیجا کا بناتے ہیں ہدف
 زہر تو بیخ سے بے پروا اور
 مدح و توصیف سے بالا ہو کر
 جادۂ شوق پہ چلتے جاؤ
 ایک دن منزل مقصود کو پاہی لو گے
 ہر ہنرمند کو درکار ہے اک نصب العین
 آتش شوق کو جو تیز و جواں کرتا رہے
 تاکہ وہ قانع و آسودہ نہ ہونے پائے !



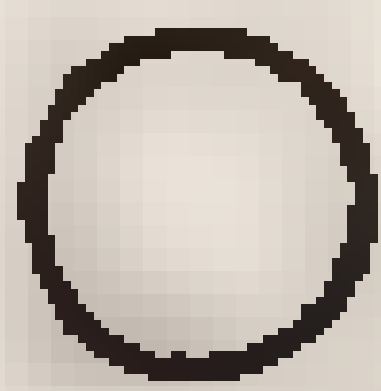
میخانۂ طرب کی مئے ہے خمار پرور



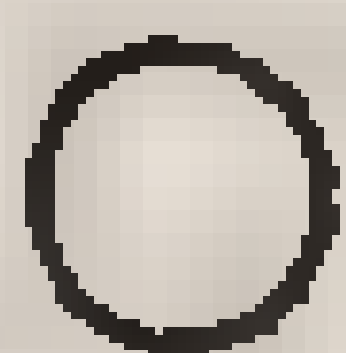
شاہدِ شام نے عُنّاب کا جوڑا پہن
 ہلکے ایوانِ طرب، نکلتے سرگوشی سے
 اور کُنچوں میں حسین خوابوں کے جاؤ پھیلے !



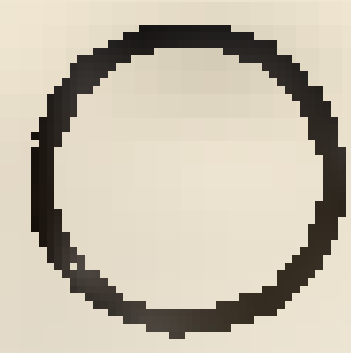
ہیں، تنہائی، دل کی دھڑکن !
 اے مرے بھولے بسرے گیتو !
 تم ہی مرا دل بہلانے کو
 کاشش، آج کی رات آ جاؤ !



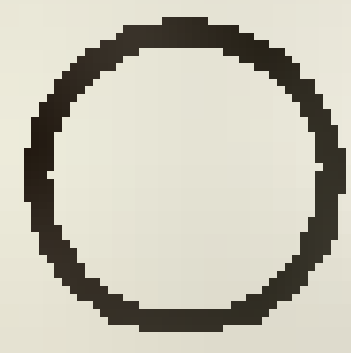
کھلتے ہیں مشکلوں سے اسرارِ زندگانی



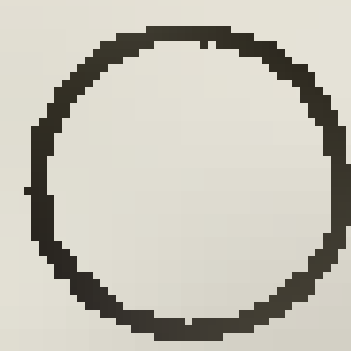
اے مُسافر یہ دُعا ہے کہ خدائے اکبر
 شامِ غربت کو کرے صبحِ وطن سے خوشتر



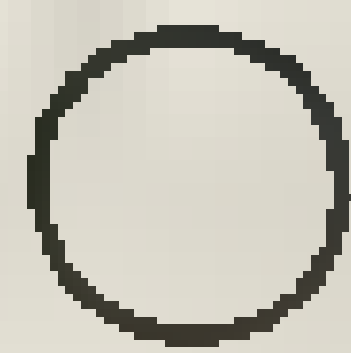
تکلیفی نہیں محبت میزبانِ بیش و کم ہیں



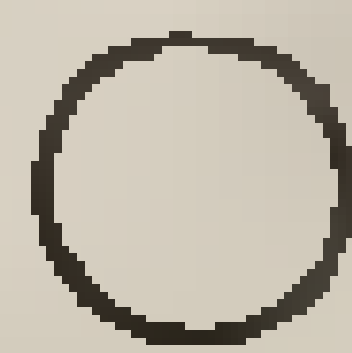
مشتاقِ گفتگو ہیں امین ہیں گو ہزاروں
ملتا ہے رد و کد سے کیا منصبِ کلیمی؟



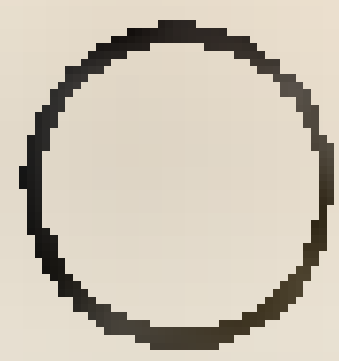
اربابِ دل مسافر ہیں اپنے ہی وطن ہیں



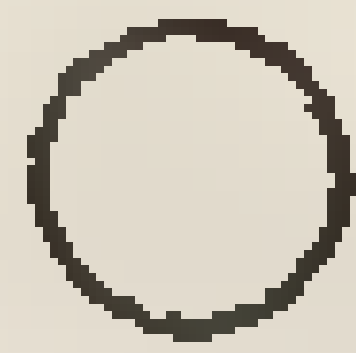
حسن و دانش کی نگارینہ دل آویزی نے
ہر کسی کو ترا دیوانہ بنا رکھا ہے
اور ترغیب ہو کس کے باوصف
صورتِ اخترِ سیمیں تری بہرِ بے داغ!



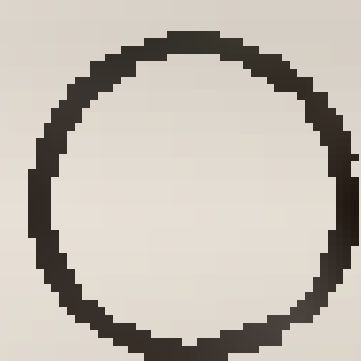
مدح و ذم سے ہے صدقِ مقال مستغنی



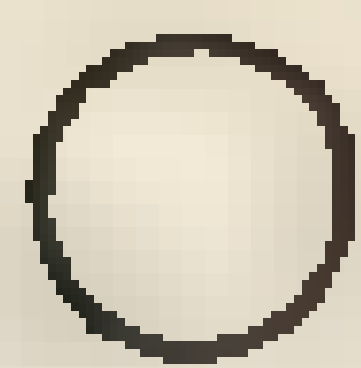
روغن درد سے جلتے ہیں خیالوں کے چراغ



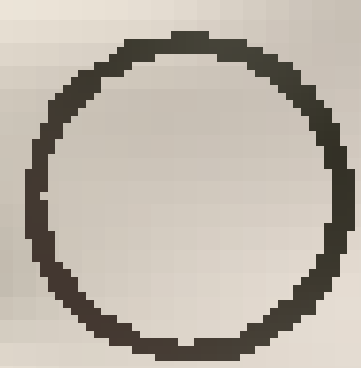
وہ بھی متزاق ہے لیکن زیرک
وہ بھی مارے لگا شبیخوں ، لیکن
تم اسے حسن ادا سمجھو گی
اس کے معصوم اشارے بھی ہیں یلغارِ فریب
اس کے ہر داف سے ہر گھات سے ہشیار رہو!



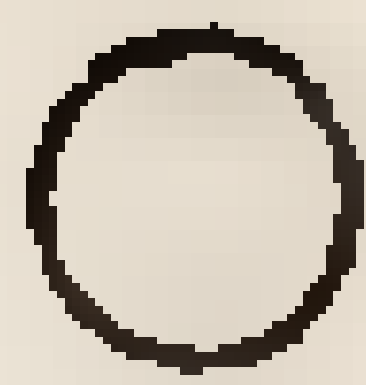
ہیں یہاں تیرے لیے دہلے غونٹا بہ ہوں
ہوتے گل کی طرح آفاق میں آوارہ ہوں
وادی و کوہ میں اڑتے ہوتے رہوارِ سحاب
جیسے ہو جاتے ہیں پہناتے فضا میں تحلیل
مرا پیکر ترسے آغوش میں حل ہو جاسے!



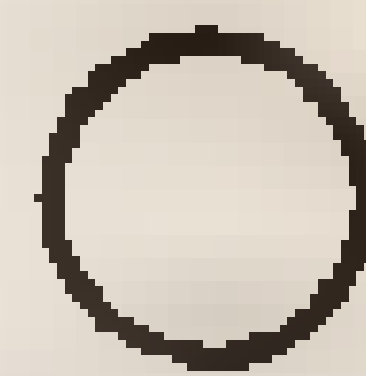
عرضِ اندوہ سے بڑھ جاتی ہے کیا حرمتِ غم؟
 عرضِ اندوہ ہے رُسوائیِ پیمانِ وفا
 عرضِ اندوہ ہے تشویرِ زبوں کا مٹیِ دل
 عیشِ امرِ زکا اک قطرۂ بے مایہ بھی
 ہے فزولِ تر مجھے حدِ لذتِ دوشینہ سے



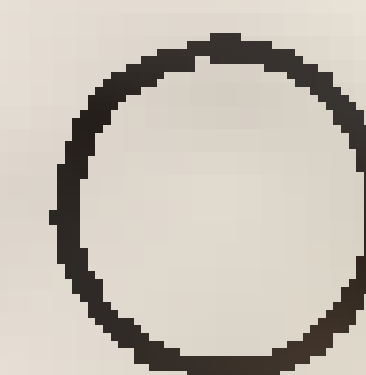
اس کے قالب میں ہے اک خالق و فنکار کی روح
 جذبِ خود سوز سے لرزاں، مستلاطم، آزاد
 کون اس روح کے اعماق کو پاسکتا ہے
 نازگی جس کی عبارت ہو نمازِ فن سے
 روحِ فنکار کی پر تاب بگم و تازِ جلیل
 ہو سکی ہے کبھی زنجیر و سلاسل میں اسیر؟



ہر دیو کو ہے اربابِ خاتمِ سلیمان



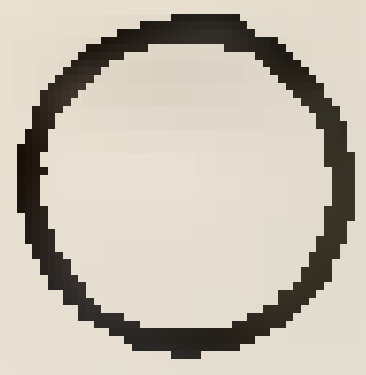
کرتا ہے شاہدوں کو بے پردہ ذوقِ جلوہ



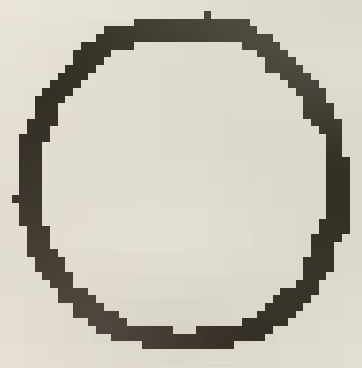
اتنی جلدی مجھے دے جاؤ گے کیا داغِ فراق؟
اپنے جلووں سے ابھی سیر تو ہو لینے دو
ان در و بام کی ونگیر کڑی تنہائی
ناگ بن کر تری فرقت میں ڈسے گی مجھ کو!
تیرے جانے کے تصور ہی سے ہول آتا ہے
تو تو عنوان ہے مری زیت کے افسانے کا



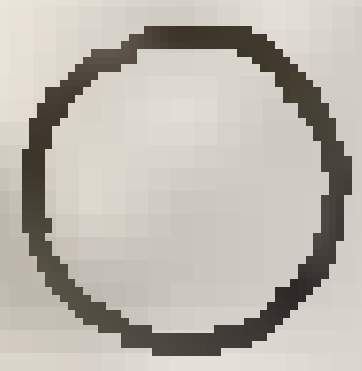
سُکھتا ہوں مثالِ شعلہِ نمناکِ راتوں میں



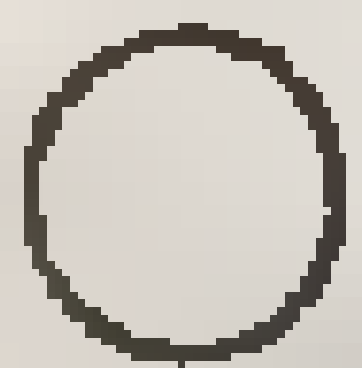
رُشک و غیرت سے مُبرا کوئی محرم نہ ہوا



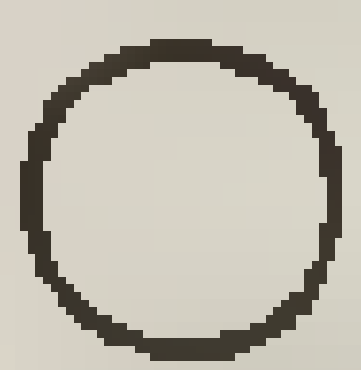
تیرے معمورۂ اہن میں بھی کیا
چلتی ہے صحرِ تشکیک و نسیمِ اُمید؟



یاں کس کو راس آتے اندازِ کجکلاہی؟



ساقی گری کی اجرت دُرِ دئے شبانہ



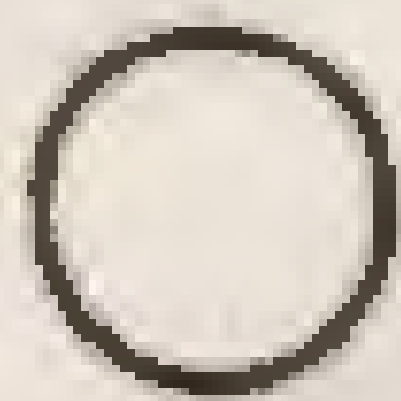
تاروں کے قافلے کی آمدِ سوادِ شب میں



کھو گیا محملِ جاں، درد کے صحراؤں میں
 میرا پیمانِ جواں میری وفا زندہ ہے !
 حُفظِ ناموس ہے وہ گنجِ گرا نمایہٗ دل
 وقف ہے مہلتِ جاں جس کی عیانت کے لیے



آپ کو دیکھ کے پھر ٹھوننا ناممکن ہے



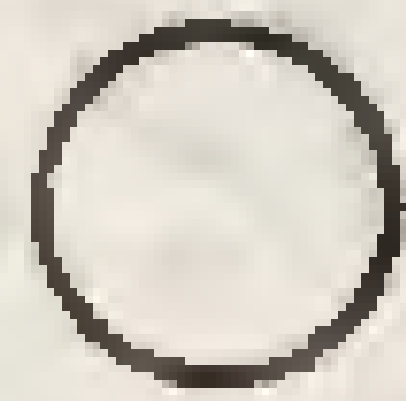
دیارِ عشق میں دشنام ہے نگو نامی



یہ عشوہ و ادا کے افسوں شکستنی ہیں



شام حرموں کی اداسی کا خریدار نہ بن



فن ابھرتا ہے فقط جاوے چشم و لب سے
فن کی معراج ہے مرہونِ جمالِ جانان !



دیگر شعری محمولے

سرورِ رفتہ : یونانِ قدیم کی شاعرہ سیفوس کے نغمے

دکانِ شیشہ گر : منظوم ڈرامے

برگِ خزاں : ” ”

ورقِ ناخواندہ : ” ”

سلوی : منظوم ڈرامہ - بہ اصنافِ ترگوم

گلِ نغمہ : شیکور کی گیتا بجلی

کلبِ موج : نظمیں غزلیں

کعبہ دریا : نئی غزلیں

فارقلیط : نامِ ختمِ رسلِ انجیل میں ہے فارقلیط

دشتِ شام : نئی نظمیں

ماقم یک شہرِ آرزو : (نیا ایڈیشن زیرِ طبع)

زبرِ داغِ دل : (” ” ” ”)

مُحَمَّد : ہے یہ مجملہ اسمائے رسولِ مقبول

نخنِ صریح : رباعیات

مزبورِ میرِ مغنی : طویل نوئیسہ نظم

پروازِ عقاب : (زنداں نامہ ہوچی منہ)

● خالد کی شعر گوئی ایک طرف کلاسیکی عرب شاعری کی بے باکی لیے ہوئے ہے۔ دوسری طرف سنجیدگی اور تفکر میں اس کے ڈانڈے غالب اور اقبال کے شعر سے جلتے ہیں۔ ————— ابن النشا

● خالد نے مناسبت مقام کا لحاظ رکھ کر اردو لفظوں کے ساتھ کئی دوسری زبانوں کے لفظوں کی آمیزش اس خوبی سے کی ہے کہ زبان کی وسعت میں اضافہ ہو گیا۔ یہ انتخاب و اختلاط الفاظ ہر شخص کے امکان میں نہیں ہے۔ ————— سید مسعود حسن رضوی

● خالد نے اردو شاعری کو ایک نیا رخ دیا ہے، با عظمت، شاندار، لطیف اور دلکش، ان کی جامع شخصیت، ان کی ہمہ گیری اور قادر الکلامی اور ان کی ذہانت ان کی تصانیف کے ہر صفحے پر جلوہ گر ہے۔

خالد زندگی کو، محبت کو اور خوشی کو با اثر آواز عطا کرتے ہیں۔ وہ رُوح کے مصوّر ہیں، وہ حُسن کے پیغمبر ہیں۔ ————— حامد اللہ اضر میر ٹھی

● اس وقت اردو شاعری میں عبدالعزیز خالد کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں، جو عصر حاضر کی کش کش سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

————— پروفیسر عبدالمعنی

● وہ ایک خَلّاتی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ موسیقی کے لحنوں کا ادراک بھی رکھتے ہیں۔ متعدد زبانوں کے نبض شناس ہیں اور ان زبانوں کی روایات و تلمیحات کے ذریعے اپنے کلام میں رنگ بھرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔

————— ڈاکٹر فرمان فتح پوری

● وہ ضعیف، نر مند اور پُر تشکیک نے سے الگ ہو کر اردو شاعری کو ایک بارعب نوا، ایک پُر شوکت لہجے اور توانا آواز سے با نصیب کرتے ہیں، جس کی مخصوص صوتی فضا ہی عظمت و شکوہ کی ترجمانی کے لیے کافی ہے۔ ایک لحاظ سے یہ نوافلظ علی خاں اور اقبال کی شعری فضا کی تجدید مع اضافہ ہے۔ ————— یہ عظمتوں کی دنیا ہے، رومانی عظمتوں کی دنیا۔ ————— ڈاکٹر سید عبداللہ

● نہایت وسیع مطالعے، بے مثل شعری استعداد، کامل فنی کیسوئی اور بے پایاں دروہی کی بے مثال یکجائی خالد سے ایسا کام لے گی جو نہ صرف ہماری ادبی تاریخ بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ میں اسے ایک لازوال مقام دے جائے گی میرا یقین ہے کہ ہمارا نابغہ خالد بھی تدرت کے کسی مقصد جلیل کی تکمیل کا ذریعہ بننے والا ہے۔ ————— پروفیسر ارشاد احمد حقانی